وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارالسلام

DARUSSALAM

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * ہیوسٹن * نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس: 4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون : 7220419 فیکس : 7220431 (001 713) نیو یارک فون : 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

www.islamiurdubook.blogspot.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پا رة نمبر پچیس 25

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

www.islamiurdubook.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

www.islamiurdubook.blogspot.com

پا رۃ نمبر پچیس 25

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ

اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے علم قیامت (کے آنے) کا اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے غلافوں سے اور نہیں حمل سے ہوتی

مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا

کوئی مادہ اور نہ (کوئی بچہ) جنتی ہے مگر اس کے علم ہی سے اور جس دن پکارے گا وہ ان کو، کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے:

اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ

ہم نے بتلا دیا تجھ کو، نہیں ہے ہم میں سے کوئی گواہ (اس بات کا) ۔ اور گم ہو جائیں گے ان سے وہ، جن کو تھے وہ پکارتے

مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾

اس سے پہلے اور وہ گمان کریں گے کہ نہیں ہے ان کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ ○

یہ اللہ تعالیٰ کے وسیع علم کا ذکر ہے۔ نیز یہ ان امور کا ذکر ہے جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہے جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اسی لیے فرمایا: ﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''قیامت کا علم اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔'' یعنی تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین اور فرشتے وغیرہ اس بارے میں اپنے عجز اور بے بسی کا اقرار کرتے ہیں۔ ﴿وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا﴾ ''اور نہ تو پھل گابھوں سے نکلتے ہیں۔'' یعنی ان شگوفوں میں سے جن سے وہ عموماً نکلتے ہیں۔ یہ تمام درختوں کے پھل کو شامل ہے جو شہروں میں یا جنگلوں میں اگتے ہیں۔ کسی درخت پر جو پھل بھی لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو تفصیلی طور پر جانتا ہے۔

﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى﴾ ''اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ۔'' بنی آدم اور تمام حیوانات میں سے حاملہ جو حمل اٹھاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ﴿وَلَا تَضَعُ﴾ ''اور کوئی حاملہ بچہ نہیں جنتی'' ﴿اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ ''مگر اس کے علم سے۔'' مشرکین نے ان ہستیوں کو کیسے اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرا دیا جو سن سکتی ہیں نہ دیکھ سکتی ہیں؟ ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مشرکین کو زجر و توبیخ کے طور پر اور ان کے جھوٹ کو ظاہر کرتے ہوئے پکارے گا اور فرمائے گا: ﴿اَيْنَ شُرَكَآءِيْ﴾ ''میرے شریک کہاں ہیں؟'' جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے، ان کی عبادت کرتے تھے، ان کی بنا پر تم جھگڑتے اور رسولوں سے عداوت رکھتے تھے ﴿قَالُوْٓا﴾ وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کی الوہیت اور ان کی شرکت کے بطلان کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ﴾ ''ہم آپ سے کہہ چکے کہ (آج) ہم میں سے کوئی (ایسی) گواہی دینے والا نہیں۔'' یعنی اے ہمارے رب ہم تیرے سامنے اقرار کرتے ہیں، تو گواہ رہنا کہ ہم میں سے کوئی بھی ان معبودان باطل کی الوہیت اور شرکت کی گواہی نہیں دیتا۔ اب ہم سب ان کی عبادت کے بطلان کا اقرار اور ان سے براءت کا اعلان

کرتے ہیں، اس لئے فرمایا: ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ﴾ ''اور گم ہو جائیں گے ان سے وہ جن کو وہ پکارا کرتے تھے۔'' اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، یعنی ان کے وہ تمام عقائد اور اعمال اکارت جائیں گے جن کے اندر انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے عمریں گزاریں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے یہ خود ساختہ معبود انہیں کوئی فائدہ دیں گے، ان سے عذاب دور کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔ ان کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی، ان کا گمان جھوٹا ثابت ہوگا اور ان کے خود ساختہ شریک ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ ﴿وَظَنُّوْا﴾ اور اس حال میں انہیں یقین آجائے گا ﴿مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ کہ کوئی ان کو بچانے والا ہے نہ مدد کو پہنچنے والا اور نہ ان کو کوئی جائے پناہ ہی ملے گی۔ یہ ہے اس شخص کا انجام جس نے شرک کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واضح کر دیا ہے کہ وہ شرک سے بچیں۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ز وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾

نہیں تھکتا انسان بھلائی مانگنے سے اور اگر پہنچے اسے تکلیف تو وہ انتہائی مایوس سخت ناامید ہو جاتا ہے ○

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ لا وَمَآ اَظُنُّ

اور البتہ اگر چکھائیں ہم اسے رحمت اپنی طرف سے بعد اس تکلیف کے جو پہنچی اسے تو وہ یقیناً کہتا ہے: یہ تو میرے لیے ہے اور نہیں گمان کرتا

السَّاعَةَ قَآئِمَةً لا وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ج فَلَنُنَبِّئَنَّ

میں قیامت کو قائم ہونیوالی اور البتہ اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو بلاشبہ میرے لیے اسکے پاس البتہ بھلائی ہی ہوگی پس البتہ ہم ضرور بتلائینگے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ز وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا

ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ساتھ اسکے جو انہوں نے عمل کیے اور البتہ ہم ضرور چکھائینگے انکو عذاب سخت ○ اور جب احسان کرتے ہیں ہم

عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ج وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾

انسان پر تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور دور ہو جاتا ہے اپنے پہلو کیساتھ اور جب پہنچتی ہے اسے تکلیف تو دعائیں کرنیوالا ہو جاتا ہے لمبی چوڑی ○

اس آیت کریمہ میں انسان کی فطرت و طبیعت کا بیان ہے کہ وہ خیر پر صبر کر سکتا ہے نہ شر پر، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ اس حالت سے نکال کر حالتِ کمال میں منتقل کر دے۔ فرمایا: ﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ﴾ یعنی انسان اللہ تعالیٰ سے اپنی فوز و فلاح، مال، اولاد اور دیگر دنیاوی مطالب و مقاصد کے لئے دعا کرتے ہوئے کبھی نہیں اکتاتا اور اس پر ہمیشہ عمل پیرا رہتا ہے۔ وہ قلیل یا کثیر کسی چیز پر قناعت نہیں کرتا، اگر اسے دنیا کی ہر چیز مل جائے تب بھی وہ مزید دنیا طلب کرتا رہے گا۔ ﴿وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ﴾ ''اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے۔'' یعنی بیماری، فقر اور مختلف مصائب وغیرہ اسے لاحق ہوں ﴿فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے اور سمجھنے لگتا

ہے کہ یہ مصیبت اسے ہلاک کر ڈالے گی اور ایسے اسباب اختیار کرنے کی فکر کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس رویے سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان لوگوں کو اگر بھلائی، نعمت اور کوئی محبوب چیز عطا ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور وہ اس چیز سے بھی ڈرتے ہیں کہ یہ نعمتیں کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور مہلت نہ ہوں۔ اگر انہیں اپنی جان، مال اور اولاد میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو صبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ ﴾ ”اور اگر ہم اسے چکھاتے ہیں۔“ یعنی وہ شخص جو بھلائی کی دعا سے اکتاتا نہیں اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو مایوس ہو جاتا ہے۔ ﴿ رَحْمَةً مِّنَّا ﴾ ”اپنی طرف سے رحمت۔“ یعنی اس برائی کے بعد جو اسے پہنچی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اسے مرض سے شفا دیتا ہے یا اس کا فقر دور کر کے غنی بنا دیتا ہے۔

تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا بلکہ وہ بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے: ﴿ هٰذَا لِيْ ﴾ یعنی یہ مجھے عطا ہوا ہے کیونکہ میں اس کا اہل اور مستحق ہوں۔ ﴿ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ﴾ ”اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہوگی۔“ یہ اس کی طرف سے انکارِ قیامت ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور رحمت کی ناسپاسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی۔

﴿ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ﴾ فرض کیا اگر قیامت کی گھڑی آ ہی جائے اور مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے تو میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بھلائی ہے۔ جس طرح دنیا میں مجھے نعمتوں سے نوازا گیا ہے اسی طرح آخرت میں بھی مجھے نعمتوں سے بہرہ مند کیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے بڑی جسارت اور بلا علم قول ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ؗ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ ”پس کافر جو عمل کرتے ہیں وہ ہم انہیں ضرور بتائیں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔“ یعنی نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

﴿ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ ﴾ یعنی جب ہم انسان کو صحت اور رزق وغیرہ کی نعمت سے بہرہ ور کرتے ہیں ﴿ اَعْرَضَ ﴾ تو وہ اپنے رب اور اس کی شکر گزاری سے روگردانی کرتا ہے۔ ﴿ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ﴾ اور تکبر اور خود پسندی کی بناء پر کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ ﴾ ”اور اگر اسے برائی پہنچتی ہے۔“ یعنی اگر مرض اور فقر اسے آ لیتا ہے ﴿ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴾ تو عدم صبر کی بنا پر بہت دعائیں کرتا ہے، پس کوئی بھی تنگی میں صبر کرتا ہے نہ فراخی میں شکر، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہو۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ

کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! اگر ہو وہ (قرآن) اللہ کی طرف سے پھر انکار کرو تم اس کا تو کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے کہ ہے

هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى

وہ مخالفت میں دور کی ○ عنقریب دکھائیں گے ہم ان کو اپنی نشانیاں کناروں میں اور ان کے نفسوں میں' یہاں تک کہ

يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٥٣﴾

واضح ہو جائیگا ان کیلئے کہ بیشک وہ (قرآن) حق ہے کیا کافی نہیں ہے آپکا رب (اس بات پر) کہ بیشک وہ اوپر ہر چیز کے گواہ ہے ○

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿٥٤﴾ ع

خبردار! بے شک وہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے' خبردار! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے ○

﴿قُلْ﴾ قرآن کی تکذیب اور کفرانِ نعمت میں جلدی کرنے والوں سے کہہ دیجئے: ﴿اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ﴾ ''مجھے بتایئے اگر یہ ہو!'' یعنی یہ قرآن ﴿مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ بغیر کسی شک وشبہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''پھر تم اس سے انکار کرو تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اس (قرآن) کی مخالفت میں دور تک نکل گیا ہو؟'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت اور عناد میں کیونکہ حق تم پر واضح ہو چکا ہے اس کے باوجود تم نے اس سے منہ موڑا، تم نے حق کو نہیں بلکہ باطل اور جہالت کو اختیار کیا ہے۔ تب تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے بڑھ کر ظالم ہو۔ اگر تمہیں اس کی حقیقت اور صحت میں کوئی شک ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور دلائل قائم کرے گا، مثلاً: آسمان اور زمین کی نشانیاں اور ایسے بڑے بڑے حوادث دکھائے گا جنھیں اللہ تعالیٰ وجود میں لاتا ہے جو صاحب بصیرت کے لئے حق پر دلالت کرتے ہیں۔ ﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور خود ان کے نفسوں میں بھی۔'' ایسی نشانیاں ہیں جو اس کی تعجب خیز کاریگری اور اس کی لامحدود قدرت میں سے ہیں، نیز اہلِ تکذیب پر عذاب اور عبرتناک سزاؤں کے نزول اور اہل ایمان کی نصرت میں ان کے لئے دلائل ہیں۔ ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ﴾ ''حتی کہ ان پر واضح ہو جائے گا۔'' ان آیات سے جن میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ﴿اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ ''بلاشبہ وہ حق ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے جس سے حق واضح ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ایمان کی توفیق سے نواز دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ ﴿اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''کیا یہ بات کافی نہیں کہ آپ کا رب ہر شے پر گواہ ہے؟'' یعنی کیا ان کے لئے اس حقیقت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی نہیں کہ قرآن حق ہے اور اس کو پیش کرنے والی ہستی سچی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی صداقت کی گواہی دی ہے اور وہ سب سے سچا گواہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس ہستی کی تائید فرمائی اور نصرت سے نوازا جو اس شخص کے لئے شہادت قولی کو متضمن ہے جو اس میں شک کرتا ہے۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ﴾ ''آگاہ رہو! یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں۔''

یعنی وہ حیات بعد الموت اور قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں، اس لئے وہ آخرت کے لئے کوئی کام کرتے ہیں نہ آخرت کی طرف التفات کرتے ہیں۔ ﴿ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴾ آگاہ رہو! بے شک اس نے اپنے علم، قدرت اور غلبے سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

تفسیر سورۃ الشوریٰ

سورۃ الشوریٰ (۶۲) مکیۃ (۴۲) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — ایاتہا ۵۳ رکوعاتہا ۵

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ (1) عٓسٓقٓ (2) كَذٰلِكَ یُوْحِیْۤ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ

حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ ○ اسی طرح وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے (تھے) اللہ

الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (3) لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ هُوَ الْعَلِیُّ

زبردست، خوب حکمت والا ○ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہ بلند ہے خوب

الْعَظِیْمُ (4) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ

عظمت والا ○ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اپنے اوپر سے۔ اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ

اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور مغفرت مانگتے ہیں ان کے لیے جو زمین میں ہیں، خبردار! بلاشبہ اللہ، وہی ہے بڑا بخشنے والا،

الرَّحِیْمُ (5) وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ ۖ٘ وَ مَاۤ

نہایت مہربان ○ اور وہ لوگ جنہوں نے بنا لیے اس کے سوا (دوسرے) کارساز، اللہ نگہبان ہے ان پر اور نہیں

اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ (6) وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ

ہیں آپ ان پر نگران ○ اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف ایک قرآن عربی کی، تاکہ ڈرائیں آپ

اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ

مکہ (والوں) کو اور انکو جو اردگرد ہیں اسکے اور ڈرائیں آپ جمع ہونے کے دن سے کہ نہیں ہے شک جس میں، ایک گروہ جنت میں ہوگا

وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ (7) وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ

اور ایک گروہ بھڑکنے والی آگ میں ○ اور اگر چاہتا اللہ تو یقیناً کر دیتا ان (سب) کو امت ایک ہی اور لیکن

یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا

داخل کرتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں اور ظالم، نہیں ہے ان کے لیے کوئی دوست اور نہ

نَصِیْرٍ (8) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ

کوئی مددگار ○ کیا بنا لیے انہوں نے اس کے سوا (دوسرے) کارساز؟ پس اللہ، ہی ہے کارساز

وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑨

اور وہی زندہ کرے گا مردوں کو اور وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے O

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے یہ قرآنِ عظیم نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کیا ہے جس طرح آپ سے پہلے انبیاء ومرسلین کی طرف وحی کی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا ذکر ہے کہ اس نے گزشتہ زمانوں میں اور بعد میں آنے والے زمانوں میں کتابیں نازل کیں اور انبیاء ورسل مبعوث کئے، نیز یہ کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کوئی انوکھے رسول نہیں، آپ کا طریقہ وہی ہے جو پہلے انبیاء ومرسلین کا طریقہ تھا۔ آپ کے احوال گزشتہ انبیاء کے احوال سے مناسبت رکھتے ہیں۔ جو دعوت آپ لے کر آئے ہیں وہ گزشتہ انبیاء کی دعوت سے مشابہت رکھتی ہے کیونکہ ان کی دعوت اور آپ کی دعوت سب حق اور سچ ہے اور یہ کتابیں اسی ہستی کی طرف سے نازل کی گئی ہیں جو الوہیت، غلبۂ عظیم اور حکمتِ بالغہ سے موصوف ہے، تمام عالم علوی اور عالم سفلی اس کی ملکیت اور اس کی تدبیر قدری اور تدبیر شرعی کے تحت ہیں۔

﴿الْعَلِيُّ﴾ وہ اپنی ذات، اپنی قدرت اور اپنے قہر وغلبہ کے ساتھ بلند ہے ﴿الْعَظِيْمُ﴾ ''وہ عظمت والا ہے۔'' جس کی عظمتِ شان سے ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ ''قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔'' باوجود اپنی عظمت اور مضبوطی کے ﴿وَ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ اور مکرم ومقرب فرشتے اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں، اس کے غلبہ کے سامنے عاجز اور اس کی ربوبیت کے سامنے مطیع اور فروتن ہیں۔ ﴿يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ''وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔'' یعنی وہ اس کی تعظیم اور ہر نقص سے اس کی تنزیہ کرتے ہیں اور ہر صفتِ کمال سے اسے متصف قرار دیتے ہیں۔ ﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جو زمین میں ہیں ان کے لیے وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔'' ان سے جو ایسی باتیں صادر ہوتیں ہیں جو ان کے رب کی عظمت اور کبریائی کے لائق نہیں، اس پر ان کے لئے بخشش مانگتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ﴿هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اللہ ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اگر اس کی مغفرت اور رحمت نہ ہوتی تو مخلوق پر فورا عذاب بھیج دیتا جو ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا۔

اس امر کا ذکر کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ومرسلین کی طرف عام طور پر اور نبی مصطفیٰ محمد ﷺ پر خاص طور پر وحی بھیجی، ان اوصاف سے اپنے آپ کو موصوف کرنے میں، اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس قرآن کریم میں ایسے دلائل وبراہین ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال، اس کے ان اسمائے عظیم سے اپنے آپ کو موصوف کرنے پر دلالت کرتے ہیں جو اس بات کے موجب ہیں کہ قلوب اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کی تعظیم اور اس کے جلال واکرام سے لبریز ہوں، اپنی تمام ظاہری اور باطنی عبودیت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ہم سر بنانا جن کے ہاتھ میں کوئی نفع ونقصان نہیں، سب سے بڑا ظلم اور قبیح ترین قول ہے۔ یہ خود ساختہ ہم سر و معبود محض مخلوق ہیں اور اپنے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ بنابریں اس کے بعد فرمایا: ﴿وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِیَآءَ﴾ ''اور جنہوں نے اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں۔'' وہ ان کی اس طرح عبادت اور اطاعت کرتے ہیں جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتے ہیں۔ یہ خود ساختہ معبود حقیقت میں والی اور مددگار نہیں ہیں، ان مشرکین نے محض باطل کو اختیار کر رکھا ہے۔

﴿اللّٰهُ حَفِیۡظٌ عَلَیۡهِمۡ﴾ ''اللہ ان پر نگران ہے۔'' وہ ان کے اعمال کو (ان کے نامۂ اعمال میں) محفوظ کرتا ہے، سو وہ ان کے اچھے برے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِوَكِیۡلٍ﴾ ''اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔'' کہ آپ سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے۔ آپ تو صرف پہنچا دینے والے ہیں اور آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور لوگوں پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے نازل کیا ہے ﴿قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا﴾ ''عربی قرآن۔'' جو اپنے الفاظ و معانی میں واضح ہے۔ ﴿لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی﴾ ''تاکہ آپ اہل مکہ کو ڈرائیں۔'' اس سے مکہ مکرمہ ہی مراد ہے۔ ﴿وَمَنۡ حَوۡلَهَا﴾ اور جو مکہ مکرمہ کے اردگرد عرب بستیاں ہیں اور پھر یہ ڈرانا تمام مخلوق کو شامل ہو جاتا ہے۔ ﴿وَتُنۡذِرَ﴾ تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں ﴿یَوۡمَ الۡجَمۡعِ﴾ اس دن سے جس میں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ اور انہیں آگاہ کیجیے کہ ﴿لَا رَیۡبَ فِیۡهِ﴾ اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں اور اس دن تمام مخلوق دو گروہوں میں تقسیم ہو گی۔ ﴿فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّةِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں ہو گا۔'' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے انبیاء و مرسلین کی تصدیق کی ﴿وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ﴾ ''اور ایک گروہ آگ میں ہو گا۔'' یہ لوگ کفار اور اہل تکذیب کی تمام اصناف پر مشتمل ہیں۔

﴿وَ﴾ ''اور'' بایں ہمہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو بنا دیتا تمام لوگوں کو ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''ایک امت'' جو راہ ہدایت پر چلتی کیونکہ وہ قادر مطلق ہے، کسی چیز کو اس کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں مگر اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی مخلوق کے خاص بندوں میں سے جسے چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔

رہے ظالم لوگ جن سے کوئی نیکی نہیں ہوتی تو وہ اس کی رحمت سے محروم رہیں گے۔ ﴿مَا لَهُمۡ﴾ ''نہیں ہے ان کے لیے۔'' اللہ کے سوا ﴿مِّنۡ وَّلِیٍّ﴾ ''کوئی کارساز۔'' جو ان کی مدد کر سکے اور اس طرح ان کو اپنا محبوب و مرغوب مقصد حاصل ہو سکے۔ ﴿وَّلَا نَصِیۡرٍ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار ہو گا۔'' جو ان سے کسی تکلیف دہ امر کو دور کر سکے۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِیَآءَ﴾ ''کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے؟'' جو ان کی عبادت کے ذریعے سے ان کو اپنا مددگار بناتے ہیں، وہ قبیح ترین غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی

والی ومددگار ہے، اس کے بندے اس کی عبادت واطاعت اور ہر ممکن وسیلۂ تقرب کے ذریعے سے اس کو اپنا سرپرست بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بالعموم تمام بندوں کا اپنی تدبیر اور ان پر قدرت کے نفاذ کے ذریعے سے سرپرست ہے اور خاص طور پر اپنے مومن بندوں کی اس طرح سرپرستی فرماتا ہے کہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے، اپنے لطف وکرم سے ان کی تربیت کرتا اور تمام امور میں ان پر اپنی اعانت کا فیضان کرتا ہے۔

﴿ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ''اور وہی مردے زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔'' یعنی زندگی وموت اور نفوذِ مشیت وقدرت میں وہی تصرف کرتا ہے اور وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ

اور جو کچھ کہ اختلاف کیا تم نے اس میں کسی چیز سے تو فیصلہ اس کا اللہ کی طرف ہے، یہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر

تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ○ (وہ) پیدا کرنیوالا ہے آسمانوں اور زمین کا بنائے اس نے تمہارے لیے تمہارے ہی نفسوں سے

اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ

جوڑے اور چوپاؤں سے بھی (ان کے) جوڑے پھیلاتا ہے وہ تم کو اس میں نہیں ہے اس کی مثل کوئی چیز اور وہ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○ اسی کے لیے ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی وہ کشادہ کرتا ہے رزق

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

جس کے لیے چاہتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ ''اور جن باتوں میں تم آپس میں اختلاف رکھتے ہو۔'' یعنی اپنے دین کے اصول وفروع میں اگر تم ایک دوسرے سے متفق نہ ہو۔ ﴿ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ تو اسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف لوٹایا جائے وہ دونوں جو فیصلہ کریں وہی حق ہے اور جو ان دونوں کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ ﴾ ''یہی اللہ میرا رب ہے۔'' جس طرح اللہ تعالیٰ کائنات کا رب، خالق، رازق اور مدبر ہے، اسی طرح وہ اپنے بندوں کے درمیان ان کے تمام امور میں اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کسی امر پر اتفاقِ امت حجتِ قطعی ہے کیونکہ جن امور میں ہمارے درمیان اختلاف نہ ہوا سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ تب معلوم ہوا کہ جس چیز پر ہم اتفاق کریں تو امت کا اتفاق اس کے حق ہونے کی دلیل کے لئے کافی ہے کیونکہ امت مجموعی طور پر معصوم عن الخطا ہے، اس لئے

یہ لازمی امر ہے کہ کسی مسئلہ پر امت کا اتفاق کتاب وسنت کے موافق ہو۔

﴿عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ﴾ ''میں نے اسی پر بھروسا کیا۔'' جلب منفعت، دفع مضرت اور اپنی حاجت کے پورا ہونے کے بارے میں پورے وثوق کے ساتھ اسی پر اعتماد کرتا ہوں ﴿وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ﴾ اور میں اپنے دل وجان سے اس کی طرف اور اس کی عبادت واطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یہ دو ایسے اصول ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عظیم میں نہایت کثرت سے ذکر فرماتا ہے کیونکہ ان دونوں کے جمع ہونے سے بندۂ مومن کو کمال حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں کے نہ ہونے یا ان میں سے کسی ایک سے محروم ہونے سے بندۂ مومن کمال سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ﴾ (الفاتحة: ۱/ ٤) ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طلب گار ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ﴾ (هـود: ۱۱/ ۱۲۳) ''اس کی عبادت کیجیے اور اس پر بھروسا کیجیے۔''

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت، مشیت اور حکمت سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ ﴿جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا﴾ ''اسی نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے۔'' تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کر سکو، تمہاری نسل بڑھ سکے اور تمہیں فائدہ حاصل ہو ﴿وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا﴾ ''اور چوپایوں کے بھی جوڑے بنائے۔'' یعنی تمام اصناف سے نر اور مادہ دونوں اقسام بنائیں تاکہ ان کی نسل باقی رہ کر بڑھتی رہے اور تمہاری بہت سی ضرورتیں پوری ہوں۔ اس لئے اس کو ''لام'' کے ذریعے متعدی بنایا ہے جو تعلیل پر دلالت کرتا ہے یعنی اس نے یہ جوڑے تمھارے لیے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کے لیے بنائے ہیں، اس لیے فرمایا: ﴿يَذۡرَؤُكُمۡ فِيۡهِ﴾ یعنی وہ تمہیں پھیلاتا اور بڑھاتا ہے اور تمہارے مویشیوں کو بھی بڑھاتا ہے، اس طریقے سے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے تمہارے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے تمہارے مویشیوں کے جوڑے بنائے۔

﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ﴾ ''کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔'' یعنی اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کی ذات میں، اس کے اسماء میں، اس کی صفات میں اور اس کے افعال میں مشابہت رکھتی ہے نہ مماثلت کیونکہ اس کے تمام اسماء اسمائے حسنیٰ ہیں اور اس کی تمام صفات صفاتِ کمال وعظمت ہیں۔ اس نے اپنے افعال کے ذریعے سے اتنی بڑی کائنات کو بغیر کسی مددگار کے وجود بخشا۔ پس اس جیسی کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ ہر لحاظ سے اپنے کمال میں واحد اور متفرد ہے۔ ﴿وَهُوَ السَّمِيۡعُ﴾ ''اور وہ خوب سننے والا ہے۔'' یعنی مخلوقات کی مختلف زبانوں اور متنوع حاجات کے باوجود وہ سب کی آوازیں سنتا ہے ﴿الۡبَصِيۡرُ﴾ ''خوب دیکھنے والا ہے۔'' وہ سیاہ رات میں ٹھوس پتھر پر سیاہ چیونٹی کے رینگنے کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے حیوان کے جسم میں سرایت کرتی ہوئی خوراک

اور درخت کی باریک سے باریک ٹہنی میں سرایت کرتے ہوئے پانی کو بھی دیکھتا ہے۔

یہ آیت کریمہ صفات کے اثبات اور مخلوقات سے مماثلت کی نفی کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے مذاہب پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ﴾ میں مُشَبِّهَة ''اہل تشبیہ'' کا رد ہے اور ﴿ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ میں مُعَطِّلَة ''صفاتِ الٰہی کا انکار کرنے والوں'' کا رد ہے۔

﴿ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''اس کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں'' آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا وہی مالک ہے اور اسی کے ہاتھ میں رحمت ورزق اور ظاہری و باطنی نعمتوں کی کنجیاں ہیں۔ تمام مخلوق ہر حال میں جلبِ مصالح اور دفع ضرر کے لئے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ کسی کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے اور محروم کرتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں نفع ونقصان ہے، بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اس کے سوا کوئی ہستی شر کو دور نہیں کر سکتی فرمایا: ﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ (فاطر: ۲/۳۵) ''اللہ لوگوں پر جس رحمت کو کھول دے، اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے، اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے (کھولنے) والا نہیں۔''

﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ وہ اصنافِ رزق میں سے جس کے لیے چاہتا ہے جو چاہتا ہے کشادہ رزق عطا کرتا ہے ﴿ وَيَقْدِرُ ﴾ جس کے لیے چاہتا ہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے صرف بقدرِ حاجت رزق عطا کرتا ہے اور حاجت سے زیادہ عطا نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ اس کے علم وحکمت کے تابع ہے، اس لئے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''وہ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے۔'' ہر شخص کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کی مشیت تقاضا کرتی ہے اور جو اس کی حکمت کے لائق ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا

مقرر کیا ہے اس نے تمہارے لیے (وہ) دین کہ وصیت کی اس نے اس کی نوح کو اور وہ جسکی وحی کی ہم نے آپکی طرف اور وہ کہ

وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

وصیت کی ہم نے اس کی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو تم اس دین کو اور نہ جدا جدا ہو تم اس میں،

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ

گراں گزرتی ہے مشرکین پر وہ (بات) کہ بلاتے ہیں آپ ان کو اس کی طرف، اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے○

یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو سرفراز فرمایا۔ اس نے ان کے لئے

دینِ اسلام پسند کیا جو تمام ادیان میں سب سے افضل اور سب سے پاک دین ہے۔ دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے چنے ہوئے بندوں کے لئے مشروع کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے چنے ہوئے بندوں میں سے بھی خاص بندوں کے لئے اس دین کو مشروع کیا اور وہ اولوالعزم انبیاء و مرسلین ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا جو ہر لحاظ سے تمام مخلوق میں سب سے کامل اور جن کا درجہ سب سے بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو دین ان کے لئے مشروع فرمایا، ضروری ہے کہ وہ مقدس ہستیوں کے مناسب حال اور ان کے کمال کے موافق ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دین کو قائم کرنے کے سبب سے کمال سے سرفراز فرمایا اور اپنے لئے چن لیا۔ اگر دین اسلام نہ ہوتا تو تمام مخلوق میں کوئی بھی بلندی پر نہ پہنچ سکتا۔ اسلام سعادت کی روح اور کمال کی بنیاد ہے۔ اسلام وہی ہے جو اس کتاب کریم میں دیا گیا ہے اور جس کی طرف یہ کتاب دعوت دیتی ہے، یعنی توحید، اعمال صالحہ، مکارمِ اخلاق اور آداب وغیرہ۔

﴿ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ ﴾ یعنی اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دین کے تمام اصول و فروع کو قائم کرو۔ ان کو خود اپنی ذات پر نافذ کرو، پھر دوسروں پر نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کرو۔ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو، گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ ﴿ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ ''اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔'' تاکہ تم دین کے اصول و فروع پر متفق رہو، اس امر پر پوری توجہ رکھو کہ کہیں مسائل تم میں تفرقہ ڈال کر تمہیں گروہ در گروہ تقسیم نہ کر دیں اور یوں تم ایک دوسرے کے دشمن بن جاؤ باوجود یکہ تمہارا دین ایک ہے۔ دین پر اجتماع اور عدم تفرقہ میں وہ اجتماعات عامہ بھی شامل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، مثلاً: حج، عیدین، جمعہ، نماز پنجگانہ اور جہاد وغیرہ۔ یہ ایسی عبادات ہیں جو اجتماع اور عدم تفرق کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں۔

﴿ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ﴾ یعنی جب آپ ان کو اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کی دعوت دیتے ہیں تو یہ بات ان پر بے انتہا شاق گزرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (الزمر: ۴۵/۳۹) ''اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکایک خوش ہو جاتے ہیں۔'' جیسا کہ مشرکین کہتے تھے ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴾ (ص: ۵/۳۸) ''کیا اس نے ان سارے معبودوں کی بجائے ایک ہی معبود بنا دیا، یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔''

﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِیْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ میں برگزیدہ بنا لیتا ہے۔'' اللہ اپنی مخلوق میں ان لوگوں کو اپنے لئے منتخب کرتا ہے جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اس کی رسالت، اس کی

ولایت اوراس کی نعمت کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ اس طرح اس نے اس امت کا انتخاب کیا اور اسے تمام امتوں پر فضیلت سے نوازا اوراس کے لئے بہترین دین چنا۔ ﴿ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ ''اور جو اس کی طرف رجوع کرے وہ اسے اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے۔'' بندے کی طرف سے یہ ایسا سبب ہے جس کے ذریعے سے وہ ہدایت الٰہی کی منزل تک پہنچتا ہے، اپنے رب کی طرف انابت، دلی محرکات کا اس کی طرف کھچنا اور اپنے رب کی رضا کو اپنا مقصد بنانا یہ تمام اسباب طلب ہدایت کے حصول کو آسان بناتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۱۶) ''اس کتاب کے ذریعے سے اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا چاہتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ اور فرمایا: ﴿ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ﴾ (لقمٰن: ۳۱/ ۱۵) ''اور چلو اس شخص کے طریق پر جو ہماری طرف رجوع کیے ہوئے ہو'' اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں صحابہ کرام کے حالات معلوم ہیں اور ان کی شدت انابت بھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا قول اور خاص طور پر خلفائے راشدین کا قول حجت ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ.

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ لَا

اور نہ جدا جدا ہوئے وہ، مگر بعد اس کے کہ آ گیا ان کے پاس علم (محض) سرکشی سے آپس میں، اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

ایک بات جو پہلے سے (طے) تھی آپکے رب کی طرف سے ایک وقت مقرر تک، تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا انکے درمیان، اور بلاشبہ وہ لوگ جو

اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ

وارث بنائے گئے اس کتاب کے انکے بعد البتہ شک میں ہیں اس کی بابت، جو اضطراب انگیز ہے ○ پس اسی (دین) کی طرف آپ بلائیں اور ثابت قدم رہیں

كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ

جیسے حکم دیا گیا ہے آپکو اور نہ اتباع کریں انکی خواہشات کی اور کہہ دیجیے: ایمان لایا میں ساتھ اسکے جو نازل کی اللہ نے کتاب سے

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ

اور حکم دیا گیا ہوں میں کہ انصاف کروں تمہارے درمیان، اللہ رب ہے ہمارا اور رب ہے تمہارا، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال،

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

نہیں کوئی جھگڑا ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان، اللہ (روز قیامت) یکجائی کر دیگا ہمارے درمیان اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دین پر مجتمع رہنے کا حکم دیا اور تفرقہ سے منع کیا، اس کے بعد انہیں خبردار کیا کہ وہ اس بات پر غرور نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب نازل فرمائی کیونکہ اہل کتاب نے کتاب نازل ہونے کے

بعد جو اجتماع و اتحاد کی موجب تھی، ایک دوسرے سے اختلاف کیا، لہٰذا ان کا عمل کتاب اللہ کے حکم کے خلاف تھا اور یہ سب کچھ ان کی طرف سے بغاوت اور عدوان کی وجہ سے صادر ہوا کیونکہ انہوں نے آپس میں بغض، کینہ اور حسد کا رویہ رکھا جس سے ان کے درمیان عداوت پیدا ہوئی اور اس طرح اختلاف پیدا ہوا۔ اے مسلمانو! ان جیسا رویہ اختیار کرنے سے بچو۔

﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ ﴾ ''اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک وقتِ مقرر تک کے لیے فیصلہ نہ ٹھہر چکا ہوتا۔'' یعنی فیصلہ کن عذاب کو ایک مدت مقررہ تک مؤخر کر دینے کا فیصلہ ﴿ لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ﴾ ''تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔'' مگر اللہ کی حکمت اور اس کا حکم اس تاخیر کے متقاضی تھے۔ ﴿ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِن بَعْدِهِمْ ﴾ ''اور جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے۔'' یعنی علم سے انتساب رکھنے والے لوگ جو ان کے وارث ہوئے اور ان کے جانشین ٹھہرے۔ ﴿ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴾ بہت زیادہ شک و اشتباہ میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے ان میں اختلاف واقع ہو گیا۔ جہاں ان کے اسلاف نے بغاوت اور عناد کے سبب سے ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کیا وہاں اخلاف نے بھی شک و ریب کی بنا پر اختلاف کیا۔ اختلاف مذموم میں سب لوگ شریک تھے۔ ﴿ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ﴾ یعنی اس دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کی طرف اپنی امت کو دعوت دیجیے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں اور رسول مبعوث کیے اور انھیں اس کی ترغیب دیجیے اور اس کی خاطر ان لوگوں سے جہاد کیجیے جو اس کو قبول نہیں کرتے۔ ﴿ وَاسْتَقِمْ ﴾ ''اور خود بھی استقامت اختیار کیجیے'' ﴿ كَمَا أُمِرْتَ ﴾ ''جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔'' استقامت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت ہے جس میں کوئی افراط و تفریط نہ ہو بلکہ اس میں دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب ہو، سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تکمیل کے لئے استقامت کے التزام اور دوسروں کی تکمیل کے لئے اس کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا، نیز یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیے گئے حکم کا اطلاق امت پر بھی ہوتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ حکم صرف آپ کے ساتھ مخصوص نہ ہو۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ﴾ یعنی دین سے منحرف لوگوں، یعنی کفار و منافقین کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے یہ اتباع یا تو ان کے دین کے کسی حصے کی اتباع کے ذریعے سے یا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کو ترک کرنے یا استقامت کو ترک کرنے سے واقع ہوتی ہے۔ اگر آپ نے علم کے آ جانے کے بعد بھی ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں وَلَا تَتَّبِعْ دِينَهُمْ نہیں کہا کیونکہ حقیقت میں ان کا دین جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مشروع فرمایا ہے وہی دین ہے جو تمام انبیاء و مرسلین کا دین ہے مگر ان کے متبعین نے اس دین کی

پیروی نہ کی بلکہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے اور اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا۔

﴿قُلْ﴾ ان کے مناظرہ اور بحث کرنے پر کہہ دیجئے: ﴿اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ﴾ ”جو کتاب اللہ نے نازل کی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔“ یعنی ان کے ساتھ آپ کا بحث ومناظرہ، اس عظیم اصول پر مبنی ہونا چاہیے جو اسلام کے شرف وجلال پر دلالت کرتا ہے اور تمام ادیان پر اس کے نگران ہونے کا اور یہ اہل کتاب جس دین پر چلنے کے دعویدار ہیں، وہ بھی اسلام کا ایک جزو ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے کہ اگر اہل کتاب بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لا کر اور دیگر کا انکار کر کے مناظرہ کریں تو یہ قابل قبول نہیں کیونکہ جس کتاب کی طرف یہ لوگ دعوت دیتے ہیں اور جس رسول کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، اس کی صداقت کی شرط یہ ہے کہ وہ اس قرآن کی اور اس کو لانے والے کی تصدیق کرتا ہو، پس ہماری کتاب اور ہمارا رسول (ﷺ) ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات اور انجیل پر ایمان لائیں جن کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے، ان کے بارے میں یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ قرآن کی تصدیق اور اس کی صحت کا اقرار کرتی ہیں۔ مجرد تورات وانجیل اور حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ہمارے اوصاف بیان کرتے ہیں نہ ہماری کتاب کی موافقت کرتے ہیں تو ان پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم نہیں دیا۔

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ﴾ ”اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔“ یعنی ان امور میں فیصلہ کرتے وقت جن میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ اے اہل کتاب! تمہاری عداوت اور میرے خلاف تمہارا بغض مجھے تمہارے درمیان انصاف کرنے سے روک سکتا ہے نہ اہل کتاب وغیرہ میں مختلف اقوال کے قائلین کے درمیان فیصلے میں عدل سے باز رکھ سکتا ہے اور نہ ان کے ساتھ جو حق ہے اسے قبول کرنے اور ان کے باطل کو رد کرنے سے روک سکتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ ”اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے۔“ یعنی وہ سب کا رب ہے، تم ہم سے زیادہ اس کے مستحق نہیں ہو۔ ﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾ ”ہمارے اچھے برے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اچھے برے اعمال تمہارے لئے ہیں۔“ ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ ”ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔“ حقائق کے عیاں ہو جانے، باطل میں سے حق اور گمراہی میں سے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد حجت بازی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کیونکہ بحث ومباحثہ کا مقصد محض حق اور باطل کو واضح کرنا ہوتا ہے تاکہ ہدایت یافتہ شخص اس سے راہ نمائی حاصل کرے اور گمراہ پر حجت قائم ہو جائے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ اہل کتاب مباحثہ نہیں کرتے اور یہ مراد ہو بھی کیسے سکتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (العنکبوت: ۲۹/۴۶) ”اور اہل کتاب کے ساتھ بحث مباحثہ نہ کرو مگر احسن طریقے

سے۔" اس سے مراد وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرے گا پھر وہ ہر شخص کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ اس وقت واضح ہو جائے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

اور وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں، بعد اس کے کہ مان لیا گیا اس کو، ان کی دلیل کمزور ہے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾

نزدیک ان کے رب کے اور اوپر ان کے غضب ہے اور ان کے لیے ہے عذاب سخت ○

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ﴾ (الشوریٰ:۱۵/۴۲) کا بیان ہے۔ چنانچہ یہاں آگاہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ ﴾ "جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔" یعنی باطل دلائل اور متناقض شبہات کے ذریعے سے۔ ﴿ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ ﴾ "اس (اللہ کی ذات) کے تسلیم کیے جانے کے بعد۔" یعنی اس کے بعد کہ جب عقل سے بہرہ مند لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے قطعی دلائل اور روشن براہین بیان کر دیے تھے تو وہ لوگ جو حق کے واضح ہو جانے کے بعد حق کے ساتھ مجادلہ کرتے ہیں ﴿ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ ﴾ ان کی حجت باطل اور ناقابل قبول ہے۔ ﴿ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ "ان کے رب کے نزدیک۔" کیونکہ یہ ایسے امور پر مشتمل ہے جو حق کے خلاف ہیں اور جو چیز حق کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ ﴿ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ ﴾ ان کی نافرمانی، اللہ تعالیٰ کے دلائل و براہین سے روگردانی اور ان کو جھٹلانے کے سبب سے، ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ ﴿ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ "اور ان کے لیے شدید عذاب ہے۔" یہ سخت عذاب اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے اور یہ ہر اس شخص کی سزا ہے جو باطل دلائل سے حق کے خلاف جھگڑتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

اللہ وہ ہے جس نے نازل کی کتاب ساتھ حق کے اور ترازو اور کیا معلوم آپ کو شاید قیامت

قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ

قریب ہی ہو ○ جلدی مانگتے ہیں اس (قیامت) کو وہ لوگ جو نہیں ایمان رکھتے اس پر، اور وہ لوگ جو ایمان لائے ڈرنے والے ہیں

مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ

اس سے، اور وہ جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے، آگاہ رہو! بلاشبہ وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾

قیامت کے بارے میں البتہ وہ دور کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں○

یہ واضح کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کے دلائل واضح اور روشن ہیں، کیونکہ ہر وہ شخص ان کو قبول کرتا ہے جس میں کچھ بھی بھلائی ہے، ان دلائل کا قاعدہ اور اصول بیان کیا بلکہ تمام دلائل کا جو اس نے بندوں کو عطا کئے ہیں، لہٰذا فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ﴾ ''اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور میزان۔'' کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے جو حق کے ساتھ نازل ہوا اور یہ حق، صدق اور یقین پر مشتمل ہے۔ تمام مطالب الٰہیہ اور عقائد دینیہ کے بارے میں وہ روشن نشانیوں اور واضح دلائل پر مشتمل ہے یہ کتاب عظیم بہترین مسائل اور واضح ترین دلائل لے کر آئی ہے۔

میزان سے مراد قیاس صحیح اور عقل راجح کے ذریعے سے عدل و تعبیر ہے۔ چنانچہ تمام عقلی دلائل، یعنی آفاق اور انفس میں موجود نشانیاں، شرعی تعبیرات، مناسبات، علتیں، احکام اور حکمتیں، میزان میں داخل ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرما کر بندوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے ان امور کا وزن کریں جن کا اللہ تعالیٰ نے اثبات کیا ہے یا جن کی اس نے نفی کی ہے اور ان امور کو پہچانیں جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے خبر دی ہے اور ان امور کو پہچانیں جو کتاب اور میزان پر پورے نہیں اترتے اور جن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ حجت، برہان یا دلیل یا اس قسم کی کوئی تعبیر ہیں کیونکہ یہ سب باطل اور متناقض ہیں ان کے اصول فاسد اور ان کی بنیاد اور ان کے فروع منہدم ہو گئے۔

اس میزان کے ذریعے سے مسائل کی خبر اور اس کے ماخذ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس کے ذریعے سے دلائل راجحہ اور دلائل مرجوحہ کے درمیان امتیاز اور اس کے ذریعے سے دلائل اور شبہات کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔ رہا وہ شخص جو آراستہ عبارات، ملمع شدہ خوبصورت الفاظ کے فریب میں مبتلا ہو کر معنیٰ مراد میں بصیرت حاصل نہیں کرتا تو وہ اس شان کے لوگوں میں شامل ہے نہ اس میدان کا شاہسوار ہے، پس اس کی موافقت اور مخالفت برابر ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لئے جلدی مچانے والوں اور اس کا انکار کرنے والوں کو ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴾ ''اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو۔'' یعنی اس کے دور ہونے کا علم ہے نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کب قائم ہو گی؟ پس اس کا وقوع ہر وقت متوقع ہے اور اس کے واقع ہونے کی آواز بہت خوفناک ہو گی۔ ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ﴾ ''اس کی جلدی انہیں پڑی ہے جو اسے نہیں مانتے۔'' یعنی منکرین حق عناد اور تکذیب کے طور پر اور اپنے رب کو قیامت قائم کرنے سے

عاجز سمجھتے ہوئے قیامت کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ﴾ ''اور اہل ایمان اس سے ڈرتے ہیں۔'' یعنی ان کے ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قیامت کے روز اعمال کی جزاء وسزا دی جائے گی اور وہ اپنے رب کی معرفت کی بنا پر ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اعمال نجات کے حصول میں مدد نہ کر سکیں، بنابریں فرمایا: ﴿ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ﴾ ''اور وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حق ہے۔'' جس میں کوئی جھگڑا ہے نہ شک۔

﴿ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ ﴾ ''آگاہ رہو! بلاشبہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔'' یعنی قیامت میں شک کرنے کے علاوہ، قیامت کے بارے میں انبیاء اور ان کے پیروکاروں سے جھگڑا کرتے ہیں، پس وہ دور کی مخالفت میں ہیں، یعنی صواب و درستی کے قریب نہیں ہیں بلکہ حق سے انتہائی دور معاندانہ اور مخاصمانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اس شخص سے بڑھ کر حق سے کون دور ہو سکتا ہے جس نے آخرت کے گھر کو جھٹلایا جو حقیقی گھر ہے جو دائمی طور پر باقی رہنے اور خلود سرمدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور وہ دار الجزا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وعدل کو ظاہر کرے گا۔ دنیا کے گھر کی اس دائمی گھر سے بس اتنی سی نسبت ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے سائے تلے آرام کرے پھر اس سایہ دار درخت کو چھوڑ کر کوچ کر جائے، یہ تو عبوری گھر اور گزرگاہ ہے ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا نہیں۔ چونکہ انہوں نے اس دار فانی کو دیکھا اور اس کا مشاہدہ کیا ہے اس لئے انہوں نے اس کی تصدیق کی اور آخرت کے گھر کو جھٹلایا جس کے بارے میں کتب الٰہیہ میں تواتر کے ساتھ اخبار وارد ہوئی ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں نے آگاہ کیا جو عقل میں سب سے زیادہ کامل، علم میں سب زیادہ وسعت کے حامل اور سب سے زیادہ فہم وفطانت رکھنے والے نفوسِ قدسیہ ہیں۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ⑲ مَنْ كَانَ

اللہ بہت مہربان ہے اپنے بندوں کے ساتھ، وہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ خوب طاقت ور، زبردست ہے ○ جو شخص

يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ

ارادہ کرتا ہے آخرت کی کھیتی کا، زیادتی کرتے ہم اس کیلئے اسکی کھیتی میں اور جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی کھیتی کا، دیتے ہیں ہم اسکو

مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ⑳

اس میں سے کچھ اور نہیں ہے اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے لطف وکرم سے آگاہ فرماتا ہے تاکہ وہ اسے پہچانیں، اس سے محبت کریں اور اس کے فضل وکرم کے حصول کے درپے رہیں۔ لُطف اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے جس سے مراد وہ ہستی ہے جو دل کی باتوں اور چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتی ہے جو اپنے بندوں کو، خاص طور

پر اہل ایمان کو، اس مقام تک پہنچاتی ہے جس کے بارے میں انہیں کوئی علم ہوتا ہے نہ گمان۔ یہ بندۂ مومن پر اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے بھلائی کے اسباب مہیا کر کے اسے بھلائی کی راہ دکھائی، جس کا اس کے دل میں خیال تک نہیں آتا، اس کی فطرت میں موجود یہ اسباب محبت حق اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں، نیز یہ کہ اس نے اپنے مکرم فرشتوں کو الہام کیا کہ وہ اس کے مومن بندوں کو ثابت قدم رکھیں، انہیں بھلائی کی ترغیب دیں، ان کے دلوں میں حق کو مزین کریں تاکہ یہ تزیین حق اتباع حق کی دعوت دے۔

یہ اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اہل ایمان کو اجتماعی عبادات کا حکم دیا جن کے ذریعے سے ان کے عزائم میں قوت آتی ہے، ان کی ہمتیں بیدار ہوتی ہیں، بھلائی میں رغبت پیدا ہوتی ہے، بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی پیروی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندے کو ہر سبب مہیا کیا جو اسے معاصی سے باز رکھتا ہے اور اس کے اور معاصی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا، مال و متاع اور ریاست وغیرہ، جس کی خاطر دنیا دار ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بندے کو اس کی اطاعت سے دور کر دیں گی یا اس میں غفلت پیدا کر دیں گی یا اسے معصیت پر ابھاریں گی تو وہ اس دنیا کو اس سے دور ہٹا دیتا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿يَرْزُقُ مَنْ يَشَآءُ﴾ اپنی حکمت کے تقاضے اور اپنے لطف و کرم کے مطابق جسے چاہتا ہے رزق سے بہرہ مند کرتا ہے ﴿وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور وہ بہت قوت والا، نہایت غالب ہے۔'' وہ تمام قوت کا مالک ہے اس کی مدد کے بغیر مخلوق میں کسی کے پاس کوئی قوت و اختیار نہیں اسی کے سامنے کائنات سرنگوں ہے۔

پھر فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ﴾ ''جو آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہو'' یعنی جو کوئی آخرت کا اجر و ثواب چاہتے ہوئے اس پر ایمان لاتا ہے، اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے حصول کے لئے پوری طرح کوشاں رہتا ہے ﴿نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ﴾ ''ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔'' یعنی ہم اس کے عمل اور اس کی جزا کو کئی گنا کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ (بنی إسرآءیل: ۱۹/۱۷) ''اور جو کوئی آخرت کا گھر چاہے اور اس کے لئے کوشش کرے جیسا کہ کوشش کا حق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔'' اس کے باوجود دنیا میں سے اس کے لئے مقرر کیا گیا حصہ اسے ضرور ملے گا۔ ﴿وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا﴾ ''اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے۔'' یعنی دنیا ہی اس کا مطلوب و مقصود ہو، آخرت کے لئے کچھ بھی آگے نہ بھیجے، اسے آخرت کے ثواب کی امید ہے نہ اس کے عذاب کا ڈر ﴿نُؤْتِهٖ مِنْهَا﴾ تو ہم اسے دنیا میں سے اس کا حصہ عطا کرتے ہیں جو اس کے لئے مقرر ہے۔ ﴿وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ ''اور اس کے لیے

آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوگا۔" اس پر جنت حرام کر دی گئی اور وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا مستحق ٹھہرا۔

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی نظیر ہے ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (هود: ١١/١٥، ١٦) "جولوگ اس دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طلب گار ہیں ہم انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی دنیا میں عطا کر دیتے ہیں اور اس میں ان کو کوئی گھاٹا نہیں دیا جاتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا وہ سب اکارت ہے اور جو کچھ وہ کرتے تھے، سب برباد ہونے والا ہے۔"

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

کیا ان کے لیے (اور) شریک ہیں جنھوں نے مقرر کیا ہے ان کے لیے وہ دین کہ نہیں حکم دیا اس کا اللہ نے، اور اگر نہ ہوتی بات

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ

فیصلہ کرنے (کے وعدے) کی تو یقیناً (فوراہی) فیصلہ کر دیا جاتا انکے درمیان، اور بلاشبہ ظالم لوگ ان کیلئے عذاب ہے دردناک ○ آپ دیکھیں گے ظالموں کو

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ڈر رہے ہونگے ان (عملوں کی جزا) سے جو انہوں نے کمائے اور وہ (جزا ضرور) واقع ہوگی ان پر اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک

فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾

وہ سبزہ زاروں میں ہوں گے باغوں کے، ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس، یہی ہے وہ فضل بہت بڑا ○

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ

یہ (فضل) وہی ہے جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو، وہ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک، کہہ دیجیے: نہیں

اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً

سوال کرتا میں تم سے اس پر کسی صلے کا، مگر محبت کا رشتے داری کی وجہ سے اور جو شخص کماتا ہے کوئی نیکی

نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٢٣﴾

تو زیادہ کرتے ہیں ہم اس کے لئے اس میں بھلائی کو، بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت قدردان ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا لئے جن کے ساتھ وہ دوستی رکھتے ہیں اور وہ کفر کے داعی انسانی شیاطین کے ساتھ کفر اور اعمال کفر میں شریک ہیں ﴿ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ "انہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے انہیں حکم نہیں دیا۔" یعنی شرک اور بدعات کو رواج دیا، اپنی خواہشات نفس کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام

ٹھہرایا اور اس کی محرمات کو حلال قرار دیا، حالانکہ دین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ دین قرار دے تاکہ لوگ اسے دین بنائیں اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے کسی ایسی چیز کو شریعت قرار دینا ممنوع ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے نہ آئی ہو، تب ان فساق کو شریعت سازی کا کیوں کر اختیار دیا جا سکتا ہے جو کفار کے کفر میں شریک ہیں!

﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ﴾ ''اور اگر پہلے سے طے شدہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کیا جا چکا ہوتا۔'' یعنی اگر مدت مقرر نہ کر دی گئی ہوتی جسے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والے تمام گروہوں کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا ہے، نیز یہ کہ وہ ان تمام لوگوں کو اس مدت تک مہلت دے گا تو اللہ تعالیٰ اسی وقت حق پرست کی سعادت اور باطل پرست کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیتا کیونکہ ہلاکت کا تقاضا موجود ہے مگر ان لوگوں کو اور ہر ظالم کو آخرت میں دردناک عذاب کا سامنا کرنا ہے۔

اُس روز ﴿ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''تم ظالموں کو دیکھو گے۔'' جنہوں نے کفر اور معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ﴿ مُشْفِقِيْنَ ﴾ یعنی ڈر رہے ہوں گے ﴿ مِمَّا كَسَبُوْا ﴾ ''اس (انجام) سے جو انہوں نے (اپنے اعمال سے) کمایا۔'' کہ انہیں اپنی بداعمالیوں کی سزا ملے گی۔ چونکہ ڈرنے والے کے ساتھ کبھی تو وہ چیز پیش آ جاتی ہے جس سے ڈرتا ہے اور کبھی وہ چیز پیش نہیں آتی اس لئے آگاہ فرمایا کہ وہ ﴿ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ﴾ عذاب ان پر ضرور واقع ہو گا جس سے وہ ڈرتے ہیں کیونکہ انھوں نے اس کامل سبب کو اختیار کیا ہے جو عذاب کا موجب ہے اور اس موجبِ عذاب کا کوئی معارض بھی نہیں، مثلاً: توبہ وغیرہ۔ مزید برآں وہ ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں مہلت کا وقت گزر گیا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور وہ لوگ جو اپنے دل سے اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اس کا اظہار کیا ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور عمل کیے نیک۔'' اس میں اعمال قلوب، اعمال جوارح، اعمال واجبہ اور اعمال مستحبہ سب شامل ہیں لہٰذا یہ لوگ ﴿ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ﴾ ''بہشتوں کے باغات میں ہوں گے۔'' یعنی وہ ان باغات میں ہوں گے جو جنت کی طرف مضاف (منسوب) ہیں اور مضاف، مضاف الیہ کے مطابق ہوتا ہے۔

مت پوچھئے! ان خوبصورت باغات کی خوبصورتی، ان میں اچھل اچھل کر بہتی ہوئی ندیاں، بیلوں سے ڈھکے ہوئے درختوں کے جھنڈ، حسین مناظر، پھلوں سے لدے ہوئے درخت، چہچہاتے ہوئے پرندے، طرب انگیز آوازیں، تمام دوستوں سے ملاقاتیں اور اس ہم نشینی سے حاصل ہونے والا بہرۂ کامل کیسا ہو گا؟ وہ ایسے باغات ہوں گے کہ دور دور تک حسن ہی حسن ہو گا، ان باغات کے رہنے والوں میں ان باغات کی لذتوں کی چاہت اور

اشتیاق میں اضافہ ہوگا۔

﴿ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ﴾ یعنی ان باغات میں وہ جس چیز کا ارادہ کریں گے وہ فوراً انہیں حاصل ہوگی اور جب بھی طلب کریں گے حاضر کردی جائے گی جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے طائر خیال میں اس کا گزر ہوا ہے۔ ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ ''یہی ہے بہت بڑا فضل۔'' اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں کامیابی اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر میں اس کے تقرب کی نعمت سے بہرہ مند ہونے سے بڑھ کر بھی کوئی فضل ہے؟

﴿ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''یہی وہ ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو، جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے۔'' یہ عظیم خوشخبری جو بلاشبہ علی الاطلاق سب سے بڑی خوشخبری ہے، جس سے رحمان و رحیم نے مخلوق میں سے بہترین ہستی کے ذریعے سے، ایمان اور عمل صالح کے حاملین کو سرفراز فرمایا ہے۔ یہ جلیل ترین غایتِ مقصود ہے اور اس مقصد تک پہنچانے والا وسیلہ افضل ترین وسیلہ ہے۔

﴿ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ ﴾ ''آپ کہہ دیجیے! میں اس پر تم سے کوئی سوال نہیں کرتا۔'' یعنی تمہیں یہ قرآن پہنچانے اور تمہیں اس کے احکام کی طرف دعوت دینے پر ﴿ اَجْرًا ﴾ ''اجر کا'' میں تم سے تمہارا مال لینا چاہتا ہوں نہ تمہارا سردار بننا چاہتا ہوں اور نہ میری کوئی اور ہی غرض ہے ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ ''مگر قرابت داری کی محبت۔''

ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد ہو کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے ایک اجر کے، وہ تمہارے ہی لیے ہے، اس کا فائدہ بھی تمہیں ہی پہنچتا ہے، یعنی تم مجھ سے رشتہ داری کی وجہ سے محبت کرو اور یہ مودت، ایمان کی مودت سے زائد چیز ہے کیونکہ رسول (ﷺ) پر ایمان کی مودت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد رسول کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایمان کی محبت سے زائد قرابت داری کی بنا پر اس سے محبت کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قریب ترین رشتہ داروں تک اپنی دعوت پہنچائی حتی کہ کہا جاتا ہے کہ قریش کے گھرانوں میں کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی مودت و محبت ہو اور یہ ایسی محبت ہے جس کی مصاحبت میں تقرب الٰہی اور توسل ہوتے ہیں جن کی بنیاد اطاعت ہے جو اس مودت و محبت کی صحت و صداقت کی دلیل ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرنے کے لیے۔

دونوں اقوال کے مطابق، یہ استثناء اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اکرم ﷺ تم سے اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے، سوائے اس چیز کے کہ جس کا فائدہ خود تمہی کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ کسی بھی طرح کوئی اجر نہیں بلکہ یہ تو ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ

﴿يُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ (البروج: ۸/۸۵) ’’اور وہ اہل ایمان سے صرف اس وجہ سے ناراض ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو زبردست، نہایت قابل تعریف ہے۔‘‘ اور جیسے کسی کا یہ کہنا: تمہارے نزدیک فلاں شخص کا بس یہی گناہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً﴾ ’’اور جو کوئی نیکی کا کام کرے گا۔‘‘ یعنی نماز، روزہ اور حج پر کاربند رہتا ہے اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ ﴿نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا﴾ ’’ہم اس کے لیے اس میں بھلائی بڑھا دیں گے۔‘‘ اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو کھول دیتا ہے، اس کے معاملے کو آسان کر دیتا ہے اور یہ نیکی کسی دوسرے نیک عمل کی توفیق کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس ذریعے سے مومن کے اعمال صالحہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور وہ دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ ’’بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بہت قدر دان ہے‘‘ وہ توبہ کرنے پر تمام بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے، خواہ وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ وہ تھوڑے سے عمل پر بہت زیادہ اجر عطا کر کے اس عمل کی قدر دانی کرتا ہے، پس وہ اپنی مغفرت کے ذریعے سے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور عیبوں کو چھپاتا ہے اور اپنی قدر دانی کی بنا پر نیکیوں کو قبول کر کے ان میں کئی گنا اضافہ کرتا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ

کیا وہ کہتے ہیں گھڑ لیا ہے اس نے اوپر اللہ کے جھوٹ؟ پس اگر چاہے اللہ تو مہر لگا دے اوپر آپ کے دل کے اور مٹاتا ہے

اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنی باتوں سے، بلاشبہ وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○

کیا رسول (ﷺ) کو جھٹلانے والے یہ لوگ اپنی جسارت اور کذب بیانی کی بنا پر کہتے ہیں: ﴿افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ’’اس (رسول) نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟‘‘ پس انہوں نے آپ پر بدترین اور قبیح ترین بہتان لگایا، وہ یہ کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کر کے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے جبکہ آپ اس سے بری ہیں، حالانکہ وہ آپ کی صداقت اور امانت کو خوب جانتے ہیں، وہ اس صریح جھوٹ کی کیوں کر جرأت کر رہے ہیں؟ بلکہ اس ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں جسارت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں جرح و قدح ہے کہ اس نے آپ کے لئے اس عظیم دعوت کو ممکن بنایا جو ان کے زعم کے موجب زمین کے اندر سب سے بڑے فساد کو متضمن ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صراحت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرنے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کا اختیار بخشا، مزید برآں، وہ ظاہری معجزات، بڑے بڑے دلائل، فتح مبین اور آپ کی مخالفت کرنے والوں پر غلبہ عطا کر کے آپ کی تائید کرتا ہے۔ درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ اس

دعوت کو اس کی جڑ اور بنیاد سے ختم کرنے پر قادر ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ رسول (ﷺ) کے قلب پر مہر لگا دے تاکہ اس کے اندر کوئی بھلائی داخل نہ ہو، جب آپ کے قلب پر مہر لگا دی جائے گی تو تمام معاملہ ختم ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس کی صحت پر یہ قطعی دلیل اور آپ کے نبوت کے دعوی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوی ترین شہادت ہے، اس سے عظیم اور اس سے بڑی کوئی اور شہادت نہیں مل سکتی۔ بنابریں یہ اس کی حکمت، رحمت اور سنت جاریہ ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اگرچہ بعض اوقات اسے غلبہ حاصل ہوتا ہے مگر انجام کار باطل نیست و نابود ہوتا ہے۔ ﴿وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ﴾ وہ اپنے سچے وعدے اور احکام تکوینی کے ذریعے سے حق کو حق کر دکھاتا ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں، نیز اپنے ان کلماتِ دینیہ کے ذریعے سے بھی حق کو حق کر دکھاتا ہے جو ان احکامِ حق کو ثابت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیے ہیں اور انہیں قلوب میں جاگزیں کرتے ہیں اور خردمندوں کو بصیرت سے بہرہ مند کرتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حق کو حق ثابت کرنا یہ ہے کہ وہ حق کا مقابلہ کرنے کے لئے باطل کو مقرر کر دیتا ہے۔ جب باطل حق کا مقابلہ کرتا ہے تو حق اپنے دلائل و براہین کے ساتھ باطل پر حملہ آور ہوتا ہے، تب نورِ حق اور اس کی ہدایت ظاہر ہوتے ہیں جس سے باطل مضمحل ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ہر ایک پر باطل کا بطلان واضح اور ہر ایک کے لیے حق پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ یعنی جو کچھ دلوں میں ہے اور جن اچھے برے اوصاف سے دل متصف ہیں اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ

اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کر دیتا ہے برائیاں اور جانتا ہے

مَا تَفْعَلُوْنَ ۙ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ

جو تم کرتے ہو ○ اور قبول کرتا ہے (دعا) ان لوگوں کی جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک اور زیادہ دیتا ہے ان کو

مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ

اپنے فضل سے اور کافر لوگ ان کے لیے ہے عذاب بہت سخت ○ اور اگر فراخ کر دے اللہ رزق واسطے اپنے بندوں کے

لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ

تو ضرور وہ سرکشی کریں زمین میں اور لیکن وہ نازل کرتا ہے ساتھ ایک اندازے کے جتنا چاہتا ہے بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے خوب خبردار

بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا

انھیں خوب دیکھنے والا ہے ○ اور وہ وہ ہے جو نازل کرتا ہے بارش بعد ان کے ناامید ہو جانے کے

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾

اور عام کر دیتا ہے اپنی رحمت کو اور وہ کارساز ہے تعریف کے لائق ○

یہ اللہ تعالیٰ کے کمالِ فضل و کرم، اس کی وسعتِ جود اور اس کے لطفِ کامل کا بیان ہے کہ وہ اپنے بندوں سے صادر ہونے والی توبہ کو قبول کرتا ہے جب وہ گناہوں کو ترک کر کے ان پر نادم ہوتے ہیں اور ان گناہوں کا اعادہ نہ کرنے کا عزم کر لیتے ہیں۔ جب وہ اس توبہ میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس توبہ کو قبول کرتا ہے جبکہ یہ گناہ ہلاکت اور دنیاوی واخروی عذاب کا سبب بن چکے تھے۔

﴿وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ﴾ اللہ تعالیٰ برائیوں کو مٹا دیتا ہے، ان کے برے اثرات اور عقوبات کو بھی ختم کر دیتا ہے جن کا تقاضا یہ برائیاں کرتی ہیں اور توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوبارہ اچھے لوگوں کے زمرے میں شمار ہونے لگتا ہے، گویا کہ اس نے کبھی کوئی برا کام کیا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اسے ایسے اعمال کی توفیق بخشتا ہے جو اسے اس کا قرب عطا کرتے ہیں۔ چونکہ توبہ عظیم اعمال میں شمار ہوتی ہے جو کبھی تو کامل صدق واخلاص کی بنا پر کامل ہوتی ہے اور کبھی صدق واخلاص میں کمی کے سبب سے ناقص ہوتی ہے اور کبھی توبہ فاسد ہوتی ہے جب توبہ کا مقصد کوئی دنیاوی غرض ہو اور توبہ کا محل قلب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کو اس ارشاد پر ختم فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور تم جو عمل کرتے ہو وہ جانتا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام بندوں کو اپنی طرف انابت کی اور تقصیر پر توبہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ پس بندے اس دعوت کو قبول کرنے کے لحاظ سے دو اقسام میں منقسم ہیں:

(۱) پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا وصف بیان فرمایا ہے: ﴿وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ یعنی ان کا رب انہیں جس چیز کی طرف بلاتا ہے وہ اس کی پکار کا جواب دیتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں کیونکہ ان کے اعمال اور عمل صالح انہیں ایسا کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں تو وہ ان کی قدر کرتا ہے، وہ بہت بخشنے والا اور نہایت قدر دان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عمل کے لئے ان کی توفیق ونشاط میں اضافہ کرتا ہے، ان کے اعمال جس ثواب اور فوزِ عظیم کے مستحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس سے کئی گنا زیادہ اجر عطا کرتا ہے۔

(۲) رہے وہ جو اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور وہ معاندینِ حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا انکار کرنے والے ہیں۔ ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ ان کے لئے دنیا وآخرت میں سخت عذاب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے لطف وکرم کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں پر دنیا کو اتنی زیادہ فراخ نہیں کرتا جس سے ان کے دین کو نقصان پہنچے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ﴾

’’اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین میں فساد کرنے لگتے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو کر شہواتِ دنیا سے تمتع میں مصروف ہو جاتے اور دنیا انہیں ان کی خواہشاتِ نفس میں مشغول کر دیتی، خواہ وہ معصیت اور ظلم ہی کیوں نہ ہوتے۔ ﴿ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ﴾ ’’لیکن وہ اپنے اندازے سے جو چیز چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔‘‘ یعنی اپنے لطف و کرم اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ﴿ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ ’’یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘ جیسا کہ ایک اثر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف غنا ہی کرتا ہے اگر میں انھیں فقر و فاقہ میں مبتلا کر دوں تو یہ فقر و فاقہ انھیں فاسد کر کے رکھ دے گا اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح فقر کے سوا کوئی اور چیز نہیں کرتی اگر میں انھیں غنا عطا کر دوں تو وہ ان کے ایمان کو خراب کر دے اور میرے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح، صحت کے سوا کسی چیز سے نہیں ہوتی اگر میں انھیں بیمار کر دوں تو وہ انھیں فاسد کر کے رکھ دے اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف مرض سے ہوتی ہے اگر میں انہیں عافیت سے نواز دوں تو یہ عافیت ان کے ایمان کو فاسد کر دے۔ بندوں کے دلوں میں جو کچھ ہے، میں اس کے بارے میں اپنے علم کے مطابق بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہوں۔ بے شک میں خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہوں۔‘‘ ①

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ﴾ یعنی وہی موسلا دھار بارش برساتا ہے جس کے ذریعے سے وہ زمین اور بندوں کی مدد کرتا ہے ﴿ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا ﴾ ’’اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں۔‘‘ ایک مدت سے ان سے بارش منقطع ہو چکی ہوتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اب بارش نہیں ہوگی اور یوں وہ مایوس ہو کر قحط سالی کے لئے کوئی کام کرتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے ﴿ يَنْشُرُ ﴾ وہ اس بارش کے ذریعے سے پھیلاتا ہے ﴿ رَحْمَتَهٗ ﴾ ’’اپنی رحمت کو۔‘‘ انسانوں اور چوپایوں کی خوراک کا سامان پیدا کر کے اور انسانوں کے نزدیک یہ بارش بہت اچھے موقع پر برستی ہے، اس موقع پر وہ خوش ہوتے اور فرحت کا اظہار کرتے ہیں۔ ﴿ وَهُوَ الْوَلِيُّ ﴾ ’’اور وہی کارساز ہے۔‘‘ جو مختلف تدابیر کے ساتھ اپنے بندوں کی سرپرستی اور ان کے دینی اور دنیاوی مصالح کا انتظام کرتا ہے۔ ﴿ الْحَمِيْدُ ﴾ وہ سرپرستی اور تدبیر و انتظام میں قابل ستائش ہے اور کمال کا مالک ہونے اور مخلوق کو جو مختلف نعمتیں اس نے بہم پہنچائی ہیں، اس پر وہ قابل ستائش ہے۔

① العلل المتناهية في الأحاديث الواهية، الإيمان، باب تدبير الخلق بما يصلح الإيمان، حديث: 27 اس حدیث کی سند ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے لیکن اس کا معنی و مفہوم درست ہے۔ (فتح الباری: 11/415)

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا اور جو پھیلائے اس نے ان میں جاندار

وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾

اور وہ ان کے جمع کرنے پر، جب چاہے، قادر ہے ○

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔'' یعنی اس کی عظیم قدرت کہ جس میں مُردوں کو زندہ کرنا بھی ہے، کے جملہ دلائل میں سے ایک دلیل ہے ﴿خَلْقُ﴾ ''پیدائش۔'' ان ﴿السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی۔'' ان کی عظمت اور وسعت کے ساتھ، وہ اللہ کی قدرت اور وسعتِ سلطنت پر دلالت کرتی ہے اور ان کی تخلیق میں جو مہارت اور مضبوطی ہے وہ اس کی حکمت پر اور ان کے اندر جو منافع اور مصالح رکھے گئے ہیں وہ اس کی رحمت کی دلیل ہیں اور یہ سب کچھ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا ہر ہستی کی الوہیت باطل ہے۔

﴿مِنْ دَآبَّةٍ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین میں جانداروں کی اصناف پھیلائیں اور ان کو اپنے بندوں کے لئے منافع اور مصالح قرار دیا۔ ﴿وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ﴾ یعنی وہ تمام مخلوق کو ان کے مرنے کے بعد قیامت کے لئے جمع کرنے پر ﴿اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ﴾ ''جب وہ چاہے خوب قادر ہے۔'' پس اس کی قدرت اور مشیت ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کا وقوع، خبر صادق کے وجود پر موقوف ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ انبیاء و مرسلین اور ان کی کتابوں کی طرف سے اس کے وقوع کی خبر نہایت تواتر کے ساتھ دی گئی ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۰﴾ؕ وَمَآ

اور جو بھی پہنچتی ہے تم کو کوئی مصیبت تو بسبب اسکے جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور وہ درگزر کر دیتا ہے بہت سی باتوں سے ○ اور نہیں

اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۳۱﴾

ہو تم عاجز کرنے والے (اسے) زمین میں اور نہیں ہے تمہارے لئے سوائے اللہ کے کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ بندوں کو ان کے ابدان، اموال، اولاد اور ان کی محبوب اور عزیز چیزوں میں جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے اس کا سبب ان کے ہاتھوں سے کمائی ہوئی برائیاں ہیں اور وہ برائیاں، جو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، اس سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے، بندے خود اپنے آپ پر ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ﴿وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ (فاطر: ۴۵/۳۵) ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کرتوتوں پر پکڑتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقوبات کو مؤخر کرنا کسی بھول کی بنا پر ہے نہ عجز کی بنا پر ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ

﴿فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور تم زمین میں (اسے) عاجز نہیں کر سکتے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کو تم پر جو قدرت حاصل ہے اس بارے میں تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں پاؤ گے بلکہ تم زمین کے اندر بے بس اور عاجز ہو۔ اللہ تم پر جو حکم نافذ کرتا ہے تم اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ﴾ ''اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں۔'' جو تمہاری سرپرستی کرے اور تمہیں فوائد عطا کرے ﴿وَّلَا نَصِیْرٍ﴾ ''اور نہ مددگار'' جو تم سے ضرر رساں چیزوں کو دور کرے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ

اور اسکی نشانیوں میں سے ہیں چلنے والی کشتیاں سمندر میں مانند پہاڑوں کے ○ اگر وہ چاہے تو ٹھہرا دے ہوا کو تو ہو جائیں وہ (کشتیاں)

رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ یُوْبِقْهُنَّ

کھڑی ہونے والیں اس (سمندر) کی سطح پر بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صابر شاکر کے ○ یا وہ (چاہے تو) تباہ کر دے انکو

بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ

بہ سبب اسکے جو انہوں نے کمایا اور (چاہے تو) درگزر کر دے بہت سوں سے ○ اور (تاکہ) جان لیں وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِیْٓ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾

ہماری آیتوں میں کہ نہیں ہے ان کے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ ○

یعنی اپنے بندوں پر رحمت اور عنایت کے جملہ دلائل میں سے ایک دلیل ﴿الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ﴾ ''سمندر میں جہاز۔'' کشتیاں، دخانی اور بادبانی جہاز ہیں جو اپنی بڑی جسامت کی بنا پر ﴿كَالْاَعْلَامِ﴾ بڑے بڑے پہاڑ دکھائی دیتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو مسخر کر دیا اور متلاطم موجوں سے ان کی حفاظت کی، یہ کشتیاں انہیں اور ان کے سامان تجارت کو دور دور ملکوں اور شہروں تک لے جاتی ہیں اور ان کے لئے ایسے اسباب مہیا کئے جو ان کو ان ملکوں اور شہروں تک جانے میں مدد دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ﴾ ''اگر وہ (اللہ) چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔'' جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کشتیوں کے چلنے کا سبب بنایا ہے ﴿فَیَظْلَلْنَ﴾ ''اور وہ رہ جائیں۔'' یعنی مختلف انواع کی کشتیاں ﴿رَوَاكِدَ﴾ سطح سمندر پر ٹھہر جائیں آگے بڑھیں نہ پیچھے ہٹیں۔ یہ چیز دخانی کشتیوں کے متناقض نہیں ہے کیونکہ دخانی کشتیوں کے چلنے کے لئے ہوا کا موجود ہونا شرط ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کشتیوں کو، ان پر سوار ہونے والوں کے کرتوتوں کے سبب سے تباہ کر دے، یعنی سمندر میں غرق کر کے تلف کر دے مگر وہ حلم سے کام لیتا ہے اور بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''بے شک صبر شکر کرنے والوں کے لیے اس میں نشانیاں

ہیں۔''یعنی جو ان امور پر بہت صبر کرنے والا ہے جن کو اس کا نفس ناپسند کرتا ہے اور اس پر یہ امور شاق گزرتے ہیں۔ وہ اپنے نفس کو اس مشقت اور اطاعت پر مجبور کرتا ہے، معصیت کے داعی کو اور مصیبت کے وقت نفس کو اللہ تعالیٰ پر ناراضی سے روکتا ہے ﴿شَكُوْرٍ﴾ نعمتوں اور آسودہ حالی میں شکر ادا کرتا ہے، وہ اپنے رب کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے اور نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق صرف کرتا ہے۔

پس یہی وہ شخص ہے جو آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ رہا وہ شخص جو صبر سے بہرہ ور ہے نہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرتا ہے تو یہ شخص یا تو آیات الٰہی سے روگردانی کرنے والا ہے یا ان سے عناد رکھنے والا ہے اور وہ آیات الٰہی سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا: ﴿وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا﴾ ''اور جان لیں وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔'' کہ اپنے باطل نظریہ کے ذریعے انھیں جھٹلاتے ہیں۔ ﴿مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ اس عذاب سے انہیں کوئی بچا نہیں سکے گا جو ان پر نازل ہوگا۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

پس جو بھی دیے گئے ہو تم کسی چیز سے تو وہ سامان ہے زندگانی دنیا کا، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ کہیں بہتر اور بہت پائیدار ہے

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ

ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر ہی وہ بھروسا کرتے ہیں ○ اور وہ لوگ جو بچتے ہیں کبیرہ گناہوں

وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا

اور بے حیائی کے کاموں سے اور جب غصے ہوتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں ○ اور وہ جنھوں نے حکم مانا اپنے رب کا اور قائم کی انہوں نے

الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

نماز اور ان کا کام ہے مشورہ کرنا آپس میں، اور اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو وہ خرچ کرتے ہیں ○ اور وہ لوگ

اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

کہ جب پہنچتا ہے ان کو ظلم تو وہ بدلہ لیتے ہیں ○

اس آیت کریمہ میں دنیا کو ترک کرنے اور آخرت کو اختیار کرنے کی ترغیب اور ان اعمال کا ذکر ہے جو آخرت کی منزل تک پہنچاتے ہیں، لہٰذا فرمایا: ﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''پس جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے۔'' یعنی اقتدار، ریاست، سرداری، مال، بیٹے اور بدنی صحت و عافیت وغیرہ ﴿فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''پس یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔'' یعنی منقطع ہونے والی لذت ہے ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ کے پاس ہے۔'' بے پایاں ثواب، جلیل القدر اور دائمی نعمتوں میں سے وہ ﴿خَيْرٌ﴾ لذاتِ دنیا سے بہتر ہے، اخروی نعمتوں اور دنیاوی لذتوں کے مابین کوئی نسبت ہی نہیں۔ ﴿وَّاَبْقٰى﴾ ''اور زیادہ پائدار ہے۔'' کیونکہ یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ان میں

کوئی تکدر ہے نہ یہ ختم ہونے والی ہیں اور نہ یہ کہیں اور منتقل ہوں گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کو اس ثواب سے بہرہ مند کیا جائے گا، فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ یعنی جنہوں نے ایمان صحیح جو ظاہری اور باطنی ایمان کے اعمال کو مستلزم ہے اور توکل کو جمع کر لیا ہے جو ہر عمل کا آلہ ہے، لہٰذا ہر عمل جس کی مصاحبت میں توکل نہ ہو غیر مکمل ہے۔ جس چیز کو بندہ پسند کرتا ہے اسے حاصل کرنے اور جسے ناپسند کرتا ہے اسے دور کرنے میں قلب کے اللہ تعالیٰ پر پورے وثوق کے ساتھ بھروسا کرنے کا نام توکل ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ ﴾ ''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔'' کبائر اور فواحش، دونوں کے گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود، فرق یہ ہے کہ فواحش وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن کے لئے نفسِ انسانی میں داعیہ موجود ہوتا ہے مثلاً: زنا وغیرہ اور کبائر وہ گناہ ہیں جن کے لئے نفس میں داعیہ موجود نہیں ہوتا۔ یہ مفہوم دونوں کے اکٹھا استعمال کے وقت ہے اور رہا ان کا انفرادی وجود تو وہ سب کبائر میں داخل ہیں۔

﴿ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴾ ''اور جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔'' یعنی انہوں نے مکارمِ اخلاق اور محاسنِ عادات سے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے، حلم ان کی فطرت اور حسنِ خلق ان کی طبیعت بن گیا ہے حتیٰ کہ جب کبھی کوئی شخص کسی قول یا فعل کے ذریعے سے انہیں ناراض کر دیتا ہے تو وہ اپنے غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ قصور بخش دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حسنِ سلوک اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ پس اس عفو و درگزر پر خود ان کی ذات میں اور دوسروں میں بہت سے مصالح مترتب اور بہت سے مفاسد دور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ (حٰم السجدۃ: ۴۱/ ۳۴، ۳۵) ''برائی کو نیکی کے ذریعے سے دور کیجیے، آپ دیکھیں گے کہ وہ شخص بھی جس کی آپ کے ساتھ دشمنی ہے، جگری دوست بن جائے گا، اس وصف سے صرف وہی لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور یہ وصف صرف انہیں لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو بڑے نصیبے والے ہیں۔''

﴿ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ ﴾ ''اور جو اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں۔'' یعنی جو اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا ان کا مطمحِ نظر اور اس کے قرب کا حصول ان کی غرض و غایت بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دعوت کا جواب دینے سے مراد ہے، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، اس لئے ان کا استجابت پر عطف کیا ہے، یہ خاص پر عام کے عطف کے باب میں سے ہے جو اس کے فضل و شرف کی دلیل ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ﴾ یعنی اس کے ظاہر و باطن اور فرائض و نوافل کو قائم کرتے ہیں۔ ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ ''اور ہم نے جو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی نفقات واجبہ، مثلاً: زکوٰۃ اور اقارب پر خرچ کرنا وغیرہ اور نفقات مستحبہ، مثلاً: عام مخلوق پر صدقہ کرنا۔

﴿ وَاَمْرُهُمْ ﴾ ان کے دینی اور دنیاوی معاملات ﴿ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ﴾ ''باہم مشورے سے طے پاتے ہیں۔'' یعنی مشترکہ امور میں ان میں سے کوئی بھی اپنی رائے کو مسلط نہیں کرتا۔ یہ وصف ان کی اجتماعیت، آپس کی الفت، مودت اور محبت ہی کا حصہ ہے۔ ان کی کمالِ عقل ہے کہ جب وہ کسی ایسے کام کا ارادہ کرتے ہیں جس میں غور و فکر کی ضرورت ہو تو وہ اکٹھے ہو کر اس کے بارے میں بحث و تمحیص اور آپس میں مشورہ کرتے ہیں، جب ان پر مصلحت واضح ہو جاتی ہے تو اسے جلدی سے قبول کر لیتے ہیں جیسے غزوہ، جہاد، امارت یا قضا وغیرہ کے لیے عمال مقرر کرنے میں مشورہ کرنا اور دینی مسائل میں بحث و تحقیق کرنا کیونکہ یہ اعمال مشترکہ امور میں شمار ہوتے ہیں تاکہ صحیح رائے واضح ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ یہ بھی اسی آیت کریمہ کے تحت آتا ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ ﴾ ''اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو۔'' یعنی ان کے دشمنوں کی طرف سے ان پر کوئی زیادتی کی جاتی ہے ﴿ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴾ ''وہ بدلہ لیتے ہیں۔'' اپنی قوت و طاقت کی بنا پر ان سے بدلہ لیتے ہیں، وہ کمزور اور بدلہ لینے سے عاجز نہیں ہیں۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو ایمان، اللہ پر توکل، کبائر و فواحش سے اجتناب جس سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں، مکمل اطاعت، اپنے رب کی دعوت کو قبول کرنے، نماز قائم کرنے، نیکی کے راستوں میں خرچ کرنے، اپنے معاملات میں باہم مشورہ کرنے، دشمن کے خلاف قوت استعمال کرنے اور اس سے مقابلہ کرنے سے متصف کیا ہے۔ وہ ان خصائلِ کمال کے جامع ہیں اور یوں ان سے کمتر افعال کے صدور اور مرقومہ بالا خصائل کے اضداد کی نفی لازم آتی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور بدلہ برائی کا برائی ہے اسی کی مثل، پس جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، بلاشبہ وہ نہیں پسند کرتا

الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۱ ؕ اِنَّمَا

ظالموں کو ○ اور البتہ جس نے بدلہ لیا بعد اپنے آپ پر ظلم ہونے کے تو یہی لوگ ہیں کہ نہیں ہے اوپر انکے کوئی راستہ (گرفت کرنے کا) ○ بلاشبہ

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ

راستہ تو ان لوگوں پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور سرکشی کرتے ہیں زمین میں ناحق، یہی لوگ ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳ ع ۴ ۱۴ ۵

جن کے لئے ہے عذاب دردناک ○ اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ہمت کے کاموں سے ہے ○

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عقوبات کے مراتب بیان کئے ہیں، عقوبات کے تین مراتب ہیں: عدل، فضل اور ظلم۔

(۱) کسی کمی بیشی کے بغیر، برائی کے بدلے میں اس جیسی برائی، مرتبۂ عدل ہے۔ پس جان کے بدلے جان ہے، عضو کے بدلے اس جیسا عضو اور مال کی ضمان اسی جیسا مال ہے۔

(۲) برائی کرنے والے کو معاف کر کے اصلاح کرنا مرتبۂ فضل ہے، اس لئے فرمایا: ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ "پس جو کوئی درگزر کرے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔" اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم اور ثواب جزیل عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر کرنے میں اصلاح کی شرط دلالت کرتی ہے کہ اگر مجرم عفو کے لائق نہ ہو اور مصلحت شرعیہ اس کو سزا دینے کا تقاضا کرتی ہو تو اس صورت میں وہ عفو پر مامور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا معاف کرنے والے کو اجر عطا کرنا، عفو پر آمادہ کرتا ہے، نیز اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مخلوق کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو وہ اپنے بارے میں چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرے تو جیسا کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے، لہٰذا اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کو معاف کر دے اور جیسا کہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نرمی کرے، تب اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرے کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔

(۳) رہا مرتبۂ ظلم تو اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ذکر فرمایا ہے: ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "یقیناً وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" جو دوسروں پر زیادتی کرنے میں ابتدا کرتے ہیں یا جرم کرنے والے سے اس کے جرم سے بڑھ کر بدلہ لیتے ہیں تو یہ زیادتی ظلم ہے۔ ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ﴾ جو ظلم کے وقوع کے بعد ظلم کرنے والے سے بدلہ لیتا ہے ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ﴾ دلالت کرتے ہیں کہ ظلم و زیادتی کے وقوع کے بعد بدلہ لینا ضروری ہے۔

رہا کسی پر ظلم اور زیادتی کا ارادہ کرنا جبکہ ابھی اس سے ظلم و زیادتی واقع نہیں ہوئی تو اسے وہ سزا تو نہیں دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب پر دی جاتی ہے، البتہ اس کو تادیبی سزا ضرور دی جائے گی جو اسے اس قول و فعل سے باز رکھ سکے جو اس سے صادر ہوا ہے۔

﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ﴾ یعنی عقوبت شرعیہ کی حجت تو صرف انہی لوگوں پر قائم ہو گی ﴿عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ "جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔" یہ آیت لوگوں کے خون، مال اور ناموس کے بارے میں ظلم و زیادتی کو شامل ہے ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

یعنی ان کے ظلم وزیادتی کے مطابق ان کے قلوب وابدان کو سخت تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔ ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ﴾ ''اور جو صبر کرے۔'' یعنی مخلوق کی طرف سے جو تکلیف اسے پہنچتی ہے اس پر صبر کرتا ہے۔ ﴿وَغَفَرَ﴾ یعنی ان سے جو جرم ہوا، مسامحت کرتے ہوئے ان کو بخش دیتا ہے۔ ﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ یعنی یہ چیز ایسے امور میں شمار ہوتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی، اس پر تاکید فرمائی اور آگاہ فرمایا کہ یہ صرف انہی لوگوں کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے بہرہ مند اور بڑے نصیبے والے ہیں اور یہ ان امور میں سے ہے جن کی توفیق بڑے عزم وہمت اور عقل وبصیرت والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

نفس کے لیے قول یا فعل سے انتقام نہ لینا انتہائی باعثِ مشقت ہے اور اذیت پر صبر کرنا، اس سے درگزر کرنا، اس کو بخش دینا اور اس کے مقابلے میں حسن سلوک سے پیش آنا تو بہت ہی پُر مشقت کام ہے مگر یہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کردے اور وہ بھی اس وصف سے متصف ہونے کے لئے اپنے نفس سے جہاد کرے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔ پھر بندہ جب اذیت برداشت کرنے کی حلاوت چکھ لیتا ہے اور اس کے آثار دیکھ لیتا ہے تو اسے شرح صدر، کشادہ دلی اور ذوق وشوق سے قبول کرتا ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا

اور جسے گمراہ کردے اللہ تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی کارساز اس کے بعد اور آپ دیکھیں گے ظالموں کو جب دیکھیں گے وہ

الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٤﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

عذاب، تو کہیں گے، کیا ہے واپس جانے کا کوئی راستہ؟ ○ اور دیکھیں گے آپ ان کو کہ پیش کئے جائیں گے وہ اس (جہنم) پر،

خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ

جھکے ہوئے ذلت کی وجہ سے، دیکھتے ہوں گے چھپی نگاہ سے، اور کہیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے (تھے)، بلاشبہ

الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

خسارہ پانے والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے آپکو اور اپنے گھر والوں کو دن قیامت کے، آگاہ رہو! بلاشبہ ظالم لوگ ہی

فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿٤٥﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

دائمی عذاب میں ہوں گے ○ اور نہیں ہوں گے ان کے لئے کوئی دوست، جو مدد کریں ان کی سوائے اللہ کے،

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ ﴿٤٦﴾

اور جس کو گمراہ کردے اللہ تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی راستہ (ہدایت کا) ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ ہدایت عطا کرنے اور اصلاح کرنے میں تنہا ہے۔ ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ﴾ جسے اللہ تعالیٰ اس کے ظلم کے سبب سے گمراہ کردے ﴿فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''تو اس کے بعد اس کا کوئی

دوست نہیں۔'' جو اس کے معاملے کی سرپرستی کرے اور اس کی راہ نمائی کرے۔ ﴿ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ﴾ اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب کا بہت ہی برا، بہت مشکل اور نہایت قبیح منظر دیکھیں گے تو وہ بہت زیادہ ندامت اور اپنے گزشتہ کرتوتوں پر افسوس کا اظہار کریں گے ﴿ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ اور کہیں گے: کیا دنیا میں دوبارہ جانے کا کوئی طریقہ یا کوئی حیلہ ہے تاکہ ہم ان کاموں سے مختلف کام کریں جو ہم پہلے کیا کرتے تھے؟ ان کی یہ درخواست ایک امرِ محال کے لئے ہوگی جس کا پورا ہونا ممکن نہیں۔ ﴿ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا ﴾ ''اور تم ان کو دیکھو گے کہ وہ دوزخ (کی آگ) کے سامنے لائے جائیں گے۔'' ﴿ خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ ﴾ یعنی آپ ان کے اجسام کو اس ذلت کی وجہ سے عاجز اور بے بس دیکھیں گے جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ ﴿ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ﴾ یعنی وہ جہنم کو اس کی ہیبت اور خوف کی وجہ سے چوری چوری ترچھی نظر سے دیکھیں گے۔ ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ جب مخلوق کا انجام ظاہر ہو جائے گا اور اہلِ صدق دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے تو اہلِ ایمان کہیں گے: ﴿ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ حقیقت میں خسارے والے وہ لوگ ہیں ﴿ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔'' کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو بے پایاں ثواب سے محروم کر لیا اور دردناک عذاب کو حاصل کیا۔ ان کے اور ان کے گھر والوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی اور وہ ان کے ساتھ کبھی اکٹھے نہ ہوں گے۔

﴿ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''آگاہ رہو! بیشک ظالم ہی۔'' یعنی جنہوں نے کفر اور معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ﴿ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴾ ''ہمیشگی کے عذاب میں رہیں گے۔'' یعنی وہ دردناک عذاب کے عین وسط میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ وہ وہاں سے کبھی نکل سکیں گے نہ ان سے عذاب منقطع ہوگا اور وہ اس عذاب کے اندر سخت مایوس ہوں گے۔ ﴿ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ کے سوا ان کے کوئی دوست نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کر سکیں۔'' جیسا کہ وہ دنیا میں اپنے آپ کو امیدیں دلایا کرتے تھے، پس قیامت کے روز ان پر اور دوسرے لوگوں پر عیاں ہو جائے گا کہ وہ اسباب جن کے ساتھ انہوں نے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں، منقطع ہو گئے اور جب ان پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہ جا سکے گا۔ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴾ ''اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اس کے لیے کوئی راستہ نہیں۔'' کوئی ایسا طریقہ نہیں جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو حاصل کر سکے۔ یہ لوگ اس وقت گمراہ ہوئے جب یہ سمجھتے تھے کہ ان خود ساختہ شریکوں میں نفع پہنچانے اور نقصان کو دور کرنے کی طاقت ہے، تب ان کی گمراہی واضح ہو جائے گی۔

اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ

تم حکم قبول کرو اپنے رب کا پہلے اس کے کہ آ جائے وہ دن کہ نہیں ہے پھرنا اس کا اللہ کی طرف سے نہیں ہوگی تمہارے لئے

مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ

کوئی جائے پناہ اس دن اور نہ ہوگا تمہارے لئے (چھپ کر) انجان بن جانا○ پس اگر وہ منہ موڑیں تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو

عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ؕ اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

ان پر کوئی نگران نہیں ہے آپ کے ذمے مگر پہنچا دینا ہی اور بلاشبہ جب ہم چکھاتے ہیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت

فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

تو وہ خوش ہوتا ہے ساتھ اسکے اور اگر پہنچتی ہے انکو کوئی تکلیف بہ سبب ان (اعمال) کے جو آگے بھیجے انکے ہاتھوں نے تو بلاشبہ انسان بہت ہی ناشکرا ہے○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی دعوت پر لبیک کہیں، وہ جس چیز کا حکم دے اس کی تعمیل کریں اور جس چیز سے روکے اس سے اجتناب کریں اس کو ٹالنے کی بجائے اس پر جلدی سے عمل کریں قیامت کے دن کے آنے سے پہلے کہ جب وہ آئے گا تو اس کو روکا جا سکے گا نہ کسی رہ جانے والی چیز کا تدارک ہو سکے گا۔ اس دن بندے کے پاس کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی جہاں وہ پناہ لے کر اپنے رب سے بچ سکے اور اس سے بھاگ سکے بلکہ فرشتے تمام خلائق کو پیچھے سے گھیرے ہوئے ہوں گے اور انہیں پکار کر کہا جائے گا: ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ (الرحمٰن: ۵۵/۳۳) ”اے جن وانس کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جانے کی طاقت رکھتے ہو تو پھر نکل جاؤ، تم نکل نہیں سکتے مگر طاقت کے ساتھ۔“ اس روز بندہ اپنے کیے ہوئے جرائم کا انکار نہیں کر سکے گا بلکہ اگر وہ انکار کرے گا تو اس کے اعضا اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

اس آیت اور اس نوع کی دیگر آیات کریمہ میں جھوٹی امیدوں کی مذمت کی گئی ہے اور ہر وہ عمل جو بندے کو پیش آ سکتا ہے، فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ تاخیر میں بہت سی آفتیں ہیں۔ ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا﴾ بیان کامل کے بعد اگر یہ لوگ اس چیز سے منہ موڑیں جو آپ نے پیش کی ﴿فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا﴾ ”تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“ کہ آپ ان کے اعمال کی نگرانی کریں اور آپ سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے۔ ﴿اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ ”آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے۔“ جب آپ نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا تو اللہ تعالیٰ پر آپ کا اجر واجب ٹھہرا، خواہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کریں یا روگردانی کریں، ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے جس نے ان کے چھوٹے بڑے اور ظاہری، باطنی اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی حالت بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے، یعنی اسے جسمانی صحت، رزق کی فراوانی اور عزت و جاہ عطا کرتا ہے تو ﴿فَرِحَ بِهَا﴾ ''وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔'' یعنی وہ اس طرح خوش ہوتا ہے کہ اس کی خوشی انہی چیزوں پر مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے، اس سے آگے نہیں بڑھتی۔ اس کے اس رویے سے ان چیزوں پر اس کی طمانیت اور منعم حقیقی سے روگردانی لازم آتی ہے۔ ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ﴾ ''اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے۔'' یعنی کوئی مرض یا فقر وغیرہ لاحق ہوتا ہے ﴿بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ﴾ ''ان اعمال کے سبب جو انہوں نے کیے تو انسان بہت ہی ناشکرا ہے۔'' یعنی اس کی فطرت میں سابقہ نعمت کی ناشکری اور اسے جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے ناراضی رچی بسی ہوئی ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ

اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی پیدا کرتا ہے وہ جو چاہتا ہے بخشتا ہے جسے چاہتا ہے (صرف) لڑکیاں اور بخشتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝٤٩ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ

جسے چاہتا ہے (صرف) لڑکے ○ یا ملا کر دیتا ہے ان کو لڑکے اور لڑکیاں اور کر دیتا ہے جس کو

يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝٥٠

چاہتا ہے بانجھ بلاشبہ وہ خوب جاننے والا بہت قدرت رکھنے والا ہے ○

اس آیت کریمہ میں، اللہ تعالیٰ کے لامحدود اقتدار، اپنی مخلوق اور اپنی ملکیت میں اپنی مشیت کے مطابق تصرف کے نفاذ اور تمام امور کی تدبیر کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عمومی تدبیر اسباب سے پیدا شدہ ان اشیاء کو بھی شامل ہے جنہیں بندے اختیار کرتے ہیں، پس نکاح اولاد کے لیے ایک سبب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں جو چاہتا ہے اولاد عطا کرتا ہے، مخلوق میں کسی کو بیٹیاں عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے۔ کسی کو بانجھ رکھتا ہے اور ان کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ﴾ بے شک وہ ہر چیز کا علم اور ﴿قَدِيْرٌ﴾ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ اپنے علم اور مہارت کے ذریعے سے تمام اشیاء میں اور اپنی قدرت کے ذریعے سے تمام مخلوقات میں تصرف کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ

اور نہیں لائق واسطے کسی بشر کے یہ کہ کلام کرے اس سے اللہ، مگر الہام (دل میں القاء) کر کے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیج کر

رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٥١ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا

فرشتہ پس وہ (وحی) پہنچاتا اسکے حکم سے جو وہ چاہتا بلاشبہ وہ بہت بلند ہے نہایت حکمت والا○ اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف ایک روح (قرآن)

مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ

اپنے حکم سے، نہیں تھے آپ جانتے، کیا ہے کتاب اور نہ ایمان، اور لیکن بنا دیا ہم نے اس کو نور، ہدایت کرتے ہیں ہم

بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾

اسکے ذریعے سے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اور بلاشبہ آپ البتہ رہنمائی کرتے ہیں طرف سیدھے راستے کی ○

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اللہ کے راستے کی وہ (اللہ) جس کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے آگاہ رہو! اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب معاملات ○

چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے تکبر اور سرکشی کی بنا پر کہتے تھے: ﴿لَوْ لَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ﴾ (البقرۃ: ۱۱۸/۲) ''ہمارے ساتھ اللہ کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟'' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعے سے ان کا رد کیا اور واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں میں سے صرف اپنے خاص بندوں، یعنی رسولوں سے کلام کرتا ہے اور وہ بھی ذیل کی صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں۔

(۱) یا تو وہ ان کے ساتھ وحی کے ذریعے سے کلام کرتا ہے اور وہ اس طرح کہ فرشتہ بھیجے بغیر اور بالمشافہ مخاطب ہوئے بغیر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے قلب پر وحی کا القا کرتا ہے۔

(۲) ﴿اَوْ﴾ یا اس کے ساتھ بالمشافہ کلام کرتا ہے مگر ﴿مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ پردے کے پیچھے سے جیسا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو شرف کلام حاصل ہوا۔

(۳) ﴿اَوْ﴾ یا اللہ تعالیٰ فرشتے کے توسط سے کلام کرتا ہے پس ﴿یُرْسِلَ رَسُوْلًا﴾ ''وہ کسی پیغام رساں کو بھیجتا ہے۔'' مثلاً: حضرت جبریل علیہ السلام کو یا فرشتوں میں سے کسی دوسرے فرشتے کو ﴿فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ﴾ اور وہ فرشتہ مجرد اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اپنے رب کے حکم سے وحی القا کرتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ﴾ ''بے شک وہ۔'' اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف میں بہت بلند اور افعال میں بہت عظیم ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے اور تمام مخلوق اس کی مطیع ہے۔ ﴿حَكِیْمٌ﴾ وہ تمام مخلوقات اور شرائع میں سے ہر چیز کو اس کے لائق مقام پر رکھنے میں حکمت والا ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ﴾ ''اور اسی طرح۔'' جب ہم نے آپ سے پہلے انبیاء و مرسلین کی طرف وحی بھیجی تو ﴿اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ ''ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح بھیجی۔'' اور وہ روح یہ قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو روح کے نام سے موسوم کیا کیونکہ روح سے جسم زندہ ہوتا ہے اور قرآن سے قلب و روح زندہ ہوتے ہیں۔ قرآن سے دین و دنیا کے مصالح کو زندگی ملتی ہے کیونکہ اس میں خیر کثیر اور بے پایاں علم ہے۔ یہ

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اہل ایمان بندوں پر ان کی طرف سے کسی سبب کے بغیر محض احسان ہے۔
بنا بریں فرمایا: ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِیْ﴾ ’’آپ نہیں جانتے تھے۔‘‘ یعنی آپ پر قرآن نازل ہونے سے پہلے ﴿مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ﴾ ’’کتاب کو نہ ایمان کو۔‘‘ یعنی آپ کے پاس کتب سابقہ کی خبروں کا علم تھا نہ شرائع الٰہیہ پر ایمان و عمل کا علم بلکہ آپ تو ان پڑھ تھے، لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے، لہٰذا آپ کے پاس یہ کتاب آئی۔ ﴿جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ ’’ہم نے اسے نور اور ہدایت بنایا ہے کہ ہم اس کے ذریعے سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔‘‘ جس سے ہمارے بندے کفر و بدعت کی تاریکیوں اور ہلاک کر دینے والی خواہشات میں، روشنی حاصل کرتے ہیں، اس کتاب کے ذریعے سے حقائق کو پہچانتے ہیں اور اس کتاب سے راہ نمائی حاصل کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں۔

﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ یعنی آپ ان کے سامنے صراط مستقیم واضح کرتے ہیں، صراط مستقیم کی ترغیب دیتے اور اس کے متضاد راستوں پر چلنے سے روکتے اور ان سے ڈراتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ یعنی یہ وہ راستہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا اور انہیں آگاہ کیا کہ یہ راستہ اس کے پاس اور اس کے عزت و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ ﴿اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾ یعنی تمام اچھے برے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور اگر برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔

تفسیر سورۃ الزخرف

سورۃ الزخرف (۴۳) مکیۃ (۶۳) — آیاتها ۸۹ — رکوعاتها ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝٢ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٣

حٰمٓ ۝ قسم ہے کتاب واضح کی ۝ بے شک کیا ہم نے اس کو قرآن عربی زبان میں تاکہ تم سمجھو ۝

وَاِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ۝٤ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ

اور بلاشبہ وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس یقیناً بہت بلند (درجے والا) نہایت حکمت والا ہے ۝ کیا پس روک لیں گے ہم تم سے

الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ ۝٥

ذکر (نصیحت) کو اعراض کرتے ہوئے اسلئے کہ ہو تم لوگ حد سے گزر جانے والے ۝

یہ قرآن عظیم کی قرآن عظیم پر قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین کی علی الاطلاق قسم کھائی اور متعلق کو ذکر نہیں فرمایا تاکہ یہ اس حقیقت پر دلالت کرے کہ یہ دین، دنیا اور آخرت کی ہر اس چیز کو بیان کر کے واضح کرتی ہے جس کی بندوں کو حاجت ہے۔ ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ’’بے شک ہم نے اس کو قرآنِ عربی بنایا ہے۔‘‘ یہ وہ چیز ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سب سے فصیح، سب سے واضح اور سب سے زیادہ زورِ بیان والی زبان میں نازل فرمایا اور یہ اس کا بیان ہے اور اس میں پنہاں حکمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ شاید کہ تم اس کے الفاظ و معانی کو، ان کے آسان اور اذہان کے قریب ہونے کی بنا پر سمجھ سکو۔

﴿وَاِنَّهٗ﴾ یعنی یہ کتاب ﴿لَدَيْنَا﴾ ’’(لوح محفوظ میں) ہمارے پاس ہے۔‘‘ یعنی ملأ اعلیٰ میں بلند ترین اور افضل ترین مرتبے میں ہے ﴿لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ یعنی وہ بہت زیادہ قدر و شرف اور بلند مقام کی حامل ہے۔ یہ کتاب جن اوامر و نواہی اور اخبار پر مشتمل ہے، ان میں حکمت رکھی گئی ہے۔ اس میں کوئی حکم ایسا نہیں جو حکمت، عدل اور میزان کے خلاف ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس کی حکمت اور اس کا فضل تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو مہمل اور آزاد نہ چھوڑے، ان کی طرف رسول بھیجے اور ان پر کتاب نازل کرے، خواہ وہ حد سے گزرنے والے ظالم ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے فرمایا: ﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا﴾ یعنی کیا ہم تم لوگوں سے تمھارے اعراض اور عدم اطاعت کی بنا پر منہ موڑ کر تمھاری طرف نصیحت نازل کرنا چھوڑ دیں؟ نہیں بلکہ ہم تم پر کتاب نازل کریں گے جس میں تمھارے لئے ہر چیز واضح کریں گے۔ اگر تم ایمان لائے اور راہ راست پر چلے تو یہ تمھیں عطا کی گئی توفیق ہے ورنہ تم پر حجت قائم ہو جائے گی اور تمھارا معاملہ تمھارے سامنے واضح ہو جائے گا۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

اور کتنے ہی بھیجے ہم نے نبی پہلے لوگوں میں ○ اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی نبی مگر تھے وہ اس کے ساتھ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

ٹھٹھا ہی کرتے ○ پس ہلاک کر دیا ہم نے ان سے کہیں زیادہ زور آور لوگوں کو اور گزر چکی ہے مثال پہلے لوگوں کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخلوق میں ہماری سنت یہ ہے کہ ہم انھیں مہمل اور بیکار نہیں چھوڑتے، پس کتنے ہی ﴿اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ﴾ ’’نبی ہم نے پہلے لوگوں میں بھیجے۔‘‘ جو انھیں اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیتے تھے جس کا کوئی شریک نہیں۔ تمام قوموں میں تکذیب ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ان کے پاس جو بھی نبی آیا وہ اس کی دعوت کا انکار اور حق کے مقابلے میں تکبر کا اظہار

کرتے ہوئے اس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ ﴿فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ﴾ ''پس ہم نے انہیں ہلاک کیا جو سخت تھے۔'' ان لوگوں سے۔ ﴿بَطۡشًا﴾ ''قوت میں۔'' یعنی زمین کے اندر قوت، افعال اور آثار کے لحاظ سے ﴿وَّمَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ یعنی ان لوگوں کی امثال واخبار گزر چکی ہیں اور ان میں سے بہت سی مثالیں ہم تمہارے سامنے بیان کر چکے ہیں جن میں سامان عبرت اور تکذیب پر زجر وتوبیخ ہے۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۙ﴿۹﴾

اور البتہ اگر سوال کریں آپ ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ پیدا کیا انکو بڑے زبردست خوب جاننے والے نے ○

الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَـكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۚ﴿۱۰﴾

وہ جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور بنائے تمہارے لئے اس میں راستے' تاکہ تم راہ پاؤ ○

وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ‌ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا‌ ۚ كَذٰلِكَ

اور وہ جس نے نازل کیا آسمان سے پانی ایک اندازے سے' پھر زندہ کر دیا ہم نے اسکے ذریعے سے مردہ شہر کو' اسی طرح

تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَـكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا

تم (دوبارہ) نکالے جاؤ گے ○ اور وہ جس نے پیدا کئے جوڑے سب' اور بنائیں تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے کہ

تَرۡكَبُوۡنَ ۙ﴿۱۲﴾ لِتَسۡتَوٗا عَلٰى ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَيۡتُمۡ

سوار ہوتے ہو تم (ان پر) ○ تاکہ جم کر بیٹھو تم ان کی پیٹھوں پر پھر یاد کرو تم نعمت اپنے رب کی' جب برابر ہو کر بیٹھ جاؤ تم

عَلَيۡهِ وَتَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ ۙ﴿۱۳﴾

ان پر اور کہو تم' پاک ہے وہ (اللہ) جس نے تابع کر دیا ہمارے اس کو اور نہیں تھے ہم اس کو قابو میں کر لینے والے ○

وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

اور بے شک ہم طرف اپنے رب کی ضرور لوٹنے والے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ﴾ ''(اگر) آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ کہیں گے۔'' ان کو اللہ وحدہ لاشریک نے پیدا کیا جو غالب ہے جس کے غلبہ کے سامنے اولین وآخرین تمام مخلوقات اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ سرنگوں ہے۔ جب وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ اللہ کا بیٹا، اس کی بیوی اور اسکے شریک کیسے ٹھہراتے ہیں؟ اور ان ہستیوں کو اس کا شریک کیوں کر قرار دیتے ہیں جو پیدا کر سکتی ہیں نہ رزق عطا کر سکتی ہیں اور نہ زندگی اور موت ان کے اختیار میں ہے؟

پھر اللہ تعالیٰ نے ان دلائل کا بھی ذکر کیا جو اس کی کامل نعمت واقتدار پر دلالت کرتے ہیں، زمین کی اشیاء کو

دلیل بنایا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں، اس زمین کو بندوں کے لئے ٹھکانا بنایا جہاں وہ ہر اس چیز پر متمکن ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔ ﴿وَّجَعَلَ لَكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا﴾ ’’اور اس میں تمہارے لیے راستے بنا دیے۔‘‘ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے پہاڑی سلسلوں کے درمیان گزرگاہیں بنائیں جہاں سے گزر کر تم ان پہاڑوں کے پاس واقع ممالک کو جاتے ہو۔ ﴿لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ﴾ تاکہ تم ان راستوں پر سفر کے دوران راہ پاؤ اور گم نہ ہو جاؤ اور تاکہ تم اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرو۔

﴿وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ﴾ ’’اور وہ ذات جس نے آسمان سے پانی اتارا اندازے کے ساتھ۔‘‘ وہ اس پانی میں کمی بیشی نہیں کرتا، نیز پانی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے، یہ پانی کم نہیں ہوتا کہ فائدہ مفقود ہو جائے اور نہ اتنا زیادہ ہوتا ہے جس سے انسانوں اور زمین کو نقصان پہنچے بلکہ اللہ تعالیٰ اس پانی کے ذریعے سے اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے اور اس کے ذریعے سے زمین کو سختی سے بچاتا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا﴾ یعنی ہم نے زمین کو اس کے بنجر ہو جانے کے بعد زندہ کیا۔ ﴿كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ﴾ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے ذریعے سے بنجر اور مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح جب تم اپنے برزخ کے مرحلے کو پورا کرلو گے، تو وہ تمہیں زندہ کرے گا اور تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

﴿وَالَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا﴾ ’’اور وہ ذات جس نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا کیے۔‘‘ یعنی وہ تمام اصناف جو زمین سے اگتی ہیں، خود ان کی ذات میں سے اور ان تمام اشیاء میں سے جن کا انہیں علم نہیں، مثلاً: رات دن، گرمی سردی اور مذکر مونث وغیرہ میں سے۔ ﴿وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ﴾ ’’اور تمہارے لیے کشتیاں بنائیں۔‘‘ یعنی تمام بادبانی اور دخانی کشتیاں جن پر تم سوار ہوتے ہو ﴿وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ ۝ لِتَسۡتَوٗا عَلٰى ظُهُوۡرِهٖ﴾ ’’اور چوپائے بھی جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔‘‘ اور یہ آیت کشتیوں کی پشت اور مویشیوں کی پیٹھ کو شامل ہے، یعنی تاکہ تم ان سواریوں کی پیٹھ پر استقرار پکڑو۔ ﴿ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَيۡتُمۡ عَلَيۡهِ﴾ پھر جب تم ان پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ اس نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس ہستی کا ذکر کرو جس نے ان کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَتَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ﴾ اور کہو: اگر اللہ تعالیٰ نے ان کشتیوں اور مویشیوں کو ہمارے لئے مسخر نہ کیا ہوتا تو ہم ان کو مسخر کرنے کی طاقت اور قدرت نہیں رکھتے تھے یہ محض اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے ان سواریوں کو ہمارے لئے مسخر کیا اور ان کے اسباب مہیا کئے۔ اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ رب جو مذکورہ اوصاف سے متصف ہے جس نے بندوں پر ان نعمتوں کا فیضان کیا ہے وہی اس چیز کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کی نماز پڑھی جائے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوا جائے۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ۭؔ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا
اور بنالیا انہوں نے اس کیلئے اسکے بندوں میں سے ایک حصہ' بلاشبہ انسان البتہ بہت ناشکرا ہے صریح ○ کیا پس اس نے ان میں سے جو
يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا
وہ پیدا کرتا ہے بیٹیاں اور نوازا تم کو ساتھ بیٹوں کے ○ حالانکہ جب خوشخبری دیجاتی ہے ایک کو ان میں سے ساتھ اسکے کہ بیان کی اس نے رحمان کیلئے مثال
ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ
تو ہو جاتا ہے اسکا چہرہ سیاہ اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے ○ کیا (اسکو اولاد ٹھہرایا ہے؟) جس کی پرورش کی جاتی ہے زیور میں اور وہ بحث وحجت میں نہیں ہے
مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰۗىِٕكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا
(بات کو) واضح کرنے والی ○ اور ٹھہرایا ہے انہوں نے فرشتوں کو' وہ جو بندے ہیں رحمٰن کے' عورتیں' کیا وہ حاضر تھے
خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔــلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَاۗءَ الرَّحْمٰنُ مَا
انکی پیدائش کے وقت؟ ضرور لکھی جائیگی شہادت انکی اور وہ سوال کیے جائیں گے ○ اور انہوں نے کہا: اگر چاہے رحمٰن تو نہ
عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ ۭ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا
عبادت کریں ہم انکی' نہیں ہے واسطے انکے اسکی بابت کوئی علم' نہیں ہیں وہ مگر اٹکل پچو باتیں کرتے ○ یا دی ہے ہم نے انکو کوئی کتاب
مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَاۗءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا
اس سے پہلے' پس وہ اسکو تھامنے والے ہیں؟ ○ (نہیں) بلکہ انہوں نے کہا' بلاشبہ پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر اور ہم تو
عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ
ان کے نشانات قدم ہی کے پیچھے چلنے والے ہیں ○ اور اسی طرح نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا'
اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَاۗءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾
مگر کہا انکے خوش حال لوگوں نے' بلاشبہ پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر اور ہم تو انکے نشانات قدم ہی کی اقتداء کرنیوالے ہیں ○
قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَاۗءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ
پیغمبر نے کہا: خواہ لاؤں میں تمہارے پاس صحیح تر اس سے کہ پایا تم نے اس پر اپنے باپ دادوں کو؟ انہوں نے کہا: یقیناً ہم تو ساتھ اسکے کہ بھیجے گئے ہو تم
بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع
ساتھ اس کے' انکار کرنے والے ہیں ○ تو بدلہ لیا ہم نے ان سے' پس دیکھیے! کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا؟ ○

النصف

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کے قول کی قباحت بیان کرتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے، حالانکہ وہ اکیلا اور بے نیاز ہے جس کی کوئی بیوی ہے نہ بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور بندگی اولاد ہونے کے منافی ہے۔

(۲) بیٹا اپنے والد کا جز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے علیحدہ ہے وہ اپنی صفاتِ کمال اور نعوتِ جلال میں تمام مخلوق سے الگ ہے جبکہ بیٹا والد کا جز ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا محال ہے۔

(۳) کفار سمجھتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، حالانکہ یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ بیٹیاں کمزور ترین صنف ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو بیٹیاں ہوں اور ان کو وہ بیٹے عطا کرے اور ان کے ذریعے سے ان کو فضیلت عطا کرے۔ اس صورت میں تو مخلوق کا اللہ تعالیٰ سے افضل ہونا لازم آتا ہے اور اللہ اس سے بالا و بلند تر ہے۔

(۴) وہ صنف جس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے، یعنی بیٹیاں تو یہ کمزور ترین اور خود ان کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ صنف ہے حتی کہ ان کی کراہت کا یہ حال ہے۔ ﴿ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ﴾ ''ان میں سے جب کسی کو بچی کی ولادت کی، جسے وہ رحمان کی طرف منسوب کرتا ہے، خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔'' یعنی سخت ناپسندیدگی اور ناراضی کے باعث اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ ایسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے کیوں کر مقرر کرتے ہیں جسے وہ خود ناپسند کرتے ہیں؟

(۵) عورت اپنے وصف، اپنی منطق اور اپنے بیان کے اعتبار سے ناقص ہے بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ ﴾ ''کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے۔'' یعنی اپنے حسن و جمال میں کمی کی وجہ سے آرائش کرتی ہے اور ایک امر خارج سے خوبصورتی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے ﴿ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ ﴾ اور بحث اور جھگڑے کے وقت جو اس چیز کا موجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی بات کو واضح کر سکے۔ ﴿ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴾ تو وہ اپنی بات کو واضح اور اپنے مافی الضمیر کو کھول کر بیان نہیں کر سکتی تو یہ مشرکین اسے اللہ تعالیٰ کی طرف کیونکر منسوب کرتے ہیں؟

(۶) انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں، عورتیں قرار دے دیا۔ پس اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے بارے میں جسارت کی، انہوں نے ان کو بندگی اور اطاعت کے مرتبے سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بعض صفات میں مشارکت کے مرتبے پر فائز کر دیا۔ پھر ان کو مذکر کے مرتبے سے نیچے مؤنث کے مرتبے پر لے آئے، پس پاک ہے وہ ذات ہے جس نے ان لوگوں کے تناقض کو ظاہر کر دیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اس کے رسولوں کے ساتھ عناد رکھا۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کے ذریعے سے ان کے دعوے کا رد کیا کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تخلیق فرمایا، پس وہ کسی ایسے معاملے میں کیسے بات کرتے ہیں جس کے بارے میں

سب کو معلوم ہے کہ اس ضمن میں ان کے پاس کوئی علم نہیں۔ ان سے اس شہادت کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا، اس شہادت کو ان پر لازم کر دیا جائے گا اور اس پر ان کو سزا دی جائے گی۔

﴿وَقَالُوْا لَوْشَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ﴾ ''اور کہتے ہیں اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔'' فرشتوں کی عبادت کرنے کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بنایا۔ مشرکین ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بناتے چلے آئے ہیں۔ یہ عقلی اور شرعی طور پر فی نفسہ باطل دلیل ہے۔ کوئی عقل مند شخص تقدیر کی دلیل کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کسی حالت میں اس راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ رہا شرعی طور پر مشیت الٰہی کو دلیل بنانا تو اللہ تعالیٰ نے مشیت کی دلیل کو باطل ٹھہرا دیا ہے۔ مشرکین اور رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے سوا کسی نے مشیت الٰہی کو دلیل نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قائم کر دی ہے۔ اب بندوں کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی۔

بنابریں فرمایا: ﴿مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''ان کو اس کا کچھ علم نہیں وہ محض انکل پچو سے کام لیتے ہیں۔'' جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ شب کو اونٹنی کی مانند ٹیڑھی چال چلتے ہیں۔ ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس سے سند پکڑتے ہیں؟'' یعنی جو ان کے افعال کی صحت اور اقوال کی صداقت کے بارے میں خبر دیتی ہو مگر معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ کے سوا اور کوئی ڈرانے والا ان کے پاس نہیں آیا۔ جب عقل و نقل سے دونوں امور کی نفی ثابت ہوگئی، تب وہاں باطل کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔

ہاں، ایک شبہ باقی ہے جو کمزور ترین شبہ ہے اور وہ ہے اپنے گمراہ آباء و اجداد کی تقلید جس کی وجہ سے یہ کافر اللہ کے رسولوں کی دعوت کو ٹھکراتے رہے ہیں۔ اس لئے فرمایا: ﴿بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ﴾ ''بلکہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے۔'' یعنی ایک دین اور ملت پر ﴿وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''اور ہم انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔'' اس لئے ہم اس چیز کی پیروی نہیں کریں گے جو محمد (ﷺ) لے کر آئے ہیں۔ ﴿وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت دینے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا۔'' یعنی بستی کے وہ لوگ جو نعمتوں سے نوازے گئے تھے اور وہ اشراف جن کو دنیا نے سرکش اور مال و دولت نے مغرور بنا دیا تھا اور وہ حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ رکھے ہوئے تھے: ﴿اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کی اقتدا کر رہے ہیں۔'' پس ان لوگوں کا یہ رویہ کوئی نئی چیز ہے نہ یہ پہلے لوگ ہی ہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہو۔ ان گمراہ مشرکین کا

اپنے آباء واجداد کی تقلید کو دلیل بنانے کا مقصد حق اور ہدایت کی اتباع نہیں بلکہ یہ تو محض تعصب ہے جس کا مقصد اپنے باطل موقف کی تائید و نصرت ہے۔ بنابریں ہر رسول نے، ایسے لوگوں سے جنہوں نے اس باطل شبہ کی بنا پر اس کی مخالفت کی، کہا ہے: ﴿ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ﴾ ''اگر چہ میں تمہارے پاس ایسا دین لاؤں کہ جس راستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہ اس سے کہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔'' یعنی کیا تم ہدایت کی خاطر میری پیروی کرو گے؟ ﴿ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ ''انہوں نے کہا: جو (دین) تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ حق اور ہدایت کی اتباع نہ تھا۔ ان کا مقصد تو صرف باطل اور خواہشات نفس کی پیروی تھا۔ ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ﴾ پس اس باطل شبہے کی بنیاد پر ان کے حق کی تکذیب کرنے اور اس کو ٹھکرانے کا ہم نے ان سے انتقام لیا۔ ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''تو دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' پس ان لوگوں کو اپنی تکذیب پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو اُن پر نازل ہوا تھا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے بلاشبہ میں بیزار ہوں ان (بتوں) سے جنکی تم عبادت کرتے ہو○ سوائے اس (اللہ) کے جس نے

فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ

پیدا کیا مجھے پس بیشک وہ عنقریب رہنمائی کریگا میری○ اور کر دیا اس (کلمۂ توحید) کو ایک کلمہ باقی رہنے والا اپنی اولاد میں تا کہ وہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ

رجوع کریں○ بلکہ فائدہ پہنچایا میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ آیا ان کے پاس حق اور رسول

مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوْا

کھول کر بیان کرنیوالا○ اور جب آیا انکے پاس حق تو کہا انہوں نے یہ تو جادو ہے اور بلاشبہ ہم اسکے ساتھ کفر کرنیوالے ہیں○ اور انہوں نے کہا:

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ

کیوں نہیں نازل کیا گیا یہ قرآن کسی آدمی پر ان دونوں شہروں میں سے، جو بڑا ہو○ کیا وہ تقسیم کرتے ہیں رحمت

رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

آپ کے رب کی؟ ہم نے ہی تقسیم کی ہے ان کے درمیان ان کی روزی زندگانی دنیا میں اور بلند کیا ہم نے ان کے بعض کو

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ

اوپر بعض کے درجوں میں، تا کہ بنائے ان کا بعض، بعض کو خدمت گار، اور رحمت

رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾

آپ کے رب کی بہت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جن سے یہ مشرکین اور اہل کتاب اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک اس زعم باطل میں مبتلا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چل رہا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جوان کی ذریت کو وراثت میں ملا ہے خبر دی ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ ﴾ ”اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا۔“ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کچھ دوسرے معبود بنا لئے تھے، وہ ان کی عبادت کرتے تھے اور ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ﴿ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴾ ”جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو، بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔“ یعنی میں اس خودساختہ معبود سے جس کی تم عبادت کرتے ہو، سخت نفرت کرتا ہوں اور اس کی عبادت کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں اور ان سے دور رہتا ہوں۔

﴿ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ﴾ ”ہاں جس نے مجھے پیدا کیا۔“ پس میں اسی کو اپنا سرپرست بناتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ حق کے علم وعمل کے راستے میں میری راہ نمائی فرمائے گا اور جس طرح اس نے مجھے پیدا کیا اور ان امور کے ذریعے سے میری تدبیر کی جو میرے بدن اور میری دنیا کے لئے درست ہیں اسی طرح ﴿ سَيَهْدِيْنِ ﴾ وہ ان امور میں بھی میری راہ نمائی فرمائے گا جو میرے دین اور میری آخرت کے لئے درست ہیں۔ ﴿ وَجَعَلَهَا ﴾ ”اور اس کو کیا۔“ یعنی اس خصلت حمیدہ کو جو تمام خصائل کی اساس ہے اور وہ ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرنا اور غیر اللہ کی عبادت سے براءت اور بیزاری کا اظہار کرنا ﴿ كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ ﴾ ”باقی رہنے والی بات اس کے پیچھے آنے والوں میں۔“ یعنی آپ کی ذریت میں ﴿ لَعَلَّهُمْ ﴾ تاکہ وہ اس کی طرف ﴿ يَرْجِعُوْنَ ﴾ ”رجوع کریں۔“ کیونکہ اس کلمے کا آپ کی طرف منسوب ہونا شہرت رکھتا ہے، نیز اس بنا پر کہ آپ نے اپنی اولاد کو اس کلمۂ اخلاص کی وصیت کی اور آپ کی اولاد میں سے بعض جیسے اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے بعض دوسرے نسبی بیٹوں کو اسی کلمۂ اخلاص کی وصیت کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰــهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۳۰-۱۳۳) اور ملت ابراہیم سے کون روگردانی کر سکتا ہے۔ سوائے اس کے جس نے اپنے آپ کو بے وقوفی میں مبتلا کر رکھا ہو۔ بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا اور آخرت میں بھی وہ صالح لوگوں سے ہوں گے۔ جب اس کے رب نے اس سے فرمایا: فرمانبردار بن جاؤ تو اس نے (فوراً) کہا: میں جہانوں کے رب کا فرمانبردار ہوں۔ ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو

اسی کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام پر موت کا وقت آیا؟ تو (اس وقت) انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا: میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اسی ایک الٰہ کی بندگی کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء و اجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا الٰہ ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔" یہ کلمۂ اخلاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ موجود رہا ہے یہاں تک کہ خوشحالی اور سرکشی ان پر غالب آ گئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ﴾ میں نے ان کو اور ان کے آباء و اجداد کو مختلف انواع کی شہوات سے متمتع ہونے دیا یہاں تک کہ یہی شہوات ان کا مطمح نظر اور ان کا مقصد بن گئیں، ان کے دلوں میں ان شہوات کی محبت پھلتی پھولتی رہی حتی کہ ان کی صفات اور بنیادی عقائد بن گئیں۔ ﴿حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ﴾ "حتی کہ ان کے پاس حق پہنچ گیا۔" جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ ﴿وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾ "اور صاف صاف سنانے والا رسول۔" یعنی آپ کی رسالت واضح تھی آپ کے اخلاق و معجزات سے آپ کی رسالت پر واضح اور نمایاں دلائل قائم ہوئے جو آپ لے کر مبعوث ہوئے اور انبیاء و مرسلین نے آپ کی تصدیق کی اور خود آپ کی دعوت سے بھی آپ کی رسالت پر دلائل قائم ہوتے ہیں۔

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ﴾ "اور جب ان کے پاس حق پہنچ گیا۔" جو اس شخص پر جس میں ادنیٰ سا دین اور عقل ہے واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اس کو قبول کرے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ ﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ "انہوں نے کہا یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔" اور یہ سب سے بڑا عناد اور سب سے بڑی مخالفت ہے۔ پھر انہوں نے مجرد انکار اور روگردانی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ پس وہ اس وقت تک راضی نہ ہوئے جب تک کہ انہوں نے اس میں جرح و قدح نہ کی اور اسے جادو قرار نہ دے دیا جسے بدترین لوگ اور سب سے بڑے افترا پرداز ہی پیش کرتے ہیں اور جس چیز نے ان کو اس رویے پر ابھارا وہ ہے ان کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ کا ان کو اور ان کے آباء کو سامان زیست سے نوازنا۔

﴿وَقَالُوْا﴾ یعنی انہوں نے اپنی عقلِ فاسد کے مطابق اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ "یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ کیا گیا؟" جو مکہ اور طائف کے لوگوں کے ہاں معظم اور معزز ہوتا اور وہ شخص ہوتا جو ان کے ہاں سردار شمار ہوتا ہے، مثلاً: ولید بن مغیرہ وغیرہ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ یعنی کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانچی ہیں اور ان کے ہاتھ میں اس کی رحمت کی تدبیر ہے کہ جس کو چاہیں نبوت اور رسالت عطا کر دیں اور جس کو چاہیں اس سے محروم کر دیں؟ ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى

﴿الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ ''ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کیا، اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے۔'' یعنی اس دنیاوی زندگی میں ﴿وَ﴾ ''اور۔'' حال یہ ہے کہ ﴿رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''آپ کے رب کی رحمت اس (دنیا) سے بہتر ہے جو یہ اکٹھی کر رہے ہیں۔''

جب بندوں کی معیشت اور ان کا دنیاوی رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہی اسے اپنے بندوں کے درمیان تقسیم کرتا ہے، اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق جس کو چاہتا ہے اس کے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے تو اس کی رحمت دینی جس میں سب سے اعلیٰ و افضل چیز نبوت اور رسالت ہے، اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہو۔ پس اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت سے کسے سرفراز فرمائے۔

پس معلوم ہوا کہ کفار کا اعتراض لغو اور ساقط ہے۔ تمام دینی اور دنیاوی معاملات کی تدبیر اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ یہ ان کے اعتراض کی غلطی پر توجہ دلانا ہے جو ان کے اختیار میں نہیں، یہ تو محض ان کا ظلم اور حق کو ٹھکرانا ہے۔ رہا ان کا یہ کہنا: ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ اگر وہ لوگوں کے حقائق اور انسانی صفات کی معرفت رکھتے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں انسان کی بلند قدر و منزلت اور عظمت کا اندازہ کیا جاتا ہے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ لوگوں میں عظیم ترین قدر و منزلت کے حامل، فخر میں سب سے اعلیٰ، عقل میں سب سے کامل، علم میں سب سے بڑھ کر، رائے اور عزم و حزم میں جلیل ترین، اخلاق میں بہترین، آپ کی رحمت کا دامن وسیع ترین، سب سے زیادہ شفقت رکھنے والے، سب سے زیادہ ہدایت یافتہ اور سب سے زیادہ متقی ہیں۔ آپ دائرۂ کمال کے مرکز اور انسانی اوصاف کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہیں، آگاہ رہو! کہ علی الاطلاق آپ ہی مرد کائنات ہیں۔

اس بات کو آپ کے دوست اور دشمن سب جانتے ہیں، پس یہ مشرکین آپ پر کسی شخص کو کیوں کر فضیلت دے رہے ہیں جس میں ذرّہ بھر یہ کمالات نہیں؟ اور اس کے جرم و حماقت کی انتہا یہ ہے کہ اس نے صنم، پتھر اور درخت کو اپنا معبود بنالیا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے، مصائب و حاجات میں اس کو پکارتا اور اس کا قرب حاصل کرتا ہے جو اس کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، وہ کچھ عطا کر سکتا ہے نہ کسی چیز سے محروم کر سکتا ہے وہ سراسر اپنے مالک (عابد) پر بوجھ ہے اور کسی ایسے شخص کا محتاج ہے جو اس کے مصالح کی دیکھ بھال کرے۔ کیا یہ بیوقوفوں اور پاگلوں کا فعل نہیں؟ ایسے شخص کو کیوں کر عظیم قرار دیا جا سکتا ہے؟ یا خاتم المرسلین اور بنی آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کیوں کر فضیلت دی جاتی ہے؟ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہوا ہے سمجھتے ہی نہیں۔

اس آیت کریمہ میں بندوں کی ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ فضیلت میں پنہاں اس کی

حکمت کی طرف اشارہ ہے ﴿لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا﴾ ''تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لے۔'' یعنی تا کہ وہ کاموں اور صنعت وحرفت میں ایک دوسرے سے خدمت لیں، اگر مال کے لحاظ سے تمام لوگ برابر ہوتے تو وہ ایک دوسرے کے محتاج نہ رہتے اور اس طرح ان کے بہت سے مصالح اور منافع معطل ہو کر رہ جاتے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ دینی نعمت دنیاوی نعمت سے بہتر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (یونس: ۱۰/۵۸) ''کہہ دیجئے کہ یہ اللہ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہے، اسی پر ان کو خوش ہونا چاہیے یہ ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ جمع کرتے ہیں۔''

وَلَوْ لَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ

اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ ہو جائینگے لوگ ایک ہی گروہ (متفق کفر پر) تو بنا دیتے ہم ان لوگوں کیلئے جو کفر کرتے ہیں ساتھ رحمٰن کے (یعنی) انکے گھروں کیلئے

سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا

چھتیں چاندی سے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ اوپر چڑھتے ○ اور ان کے گھروں کے لئے دروازے اور تخت بھی؛ جن پر

يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ

وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ○ اور سونے کے بھی، اور نہیں ہے سب کچھ یہ مگر سامان زندگانی دنیا کا

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

اور آخرت تو آپ کے رب کے نزدیک پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے ○

ربع

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں، اگر اپنے بندوں پر اس کا لطف و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی جس کے سامنے ہر چیز ہیچ ہے تو ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا، دنیا کو بہت زیادہ کشادہ کر دیتا اور بنا دیتا ﴿لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ﴾ ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں بھی چاندی کی ﴿عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ﴾ جس کے ذریعے سے وہ اپنی چھتوں پر چڑھتے ہیں۔ ﴿وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ﴾ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت، جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں، سب چاندی کے ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے بنا دیتا ﴿زُخْرُفًا﴾ ''سونا'' یعنی مختلف انواع کی خوبصورتی کے ذریعے سے ان کی دنیا کو آراستہ کر دیتا اور انہیں وہ سب کچھ عطا کر دیتا جو وہ چاہتے۔ مگر بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت نے ایسا کرنے سے روک دیا کہ کہیں وہ دنیا کی محبت کے باعث کفر اور کثرت معاصی میں ایک دوسرے پر سبقت نہ کرنے لگیں۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مصالح کی خاطر، ان کو عام طور پر یا خاص

طور پر، بعض دنیاوی امور سے محروم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا مچھر کے ایک پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی۔ مذکورہ بالا تمام چیزیں دنیاوی زندگی کی متاع ہیں جو تکدر کی حامل اور فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کے ذریعے سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں کیونکہ آخرت کی نعمتیں ہر لحاظ سے کامل ہیں۔ جنت میں ہر وہ چیز مہیا ہوگی جسے نفس چاہتے ہیں، آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں گھروں کے درمیان کتنا بڑا فرق ہے!

وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمۡ
اور جو اندھا ہو جائے (تغافل کرلے) رحمٰن کے ذکر سے تو مقرر کر دیتے ہیں ہم اس کیلئے ایک شیطان کو پس وہ اسکا ہم نشین ہو جاتا ہے○ اور بلاشبہ وہ
لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا
البتہ روکتے ہیں انکو سیدھے راستے سے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت پر چلنے والے ہیں○ یہاں تک کہ جب آئیگا وہ ہمارے پاس
قَالَ يٰلَيۡتَ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَيۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِيۡنُ ﴿٣٨﴾ وَلَنۡ يَّنۡفَعَكُمُ
تو کہے گا: اے کاش! ہوتی میرے اور تیرے درمیان دوری مشرق اور مغرب کی، پس بہت برا ہے ہم نشین○ اور ہرگز نہ نفع دیگی تمھیں
الۡيَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ فِى الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ ﴿٣٩﴾
آج، جب کہ ظلم کیا تم نے، یہ بات کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو○

جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے سخت سزا کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَمَنۡ يَّعۡشُ﴾ یعنی جو منہ موڑتا ہے ﴿عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ﴾ ''رحمان کے ذکر سے۔'' جو قرآن عظیم ہے جو سب سے بڑی رحمت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رحمان نے اپنے بندوں پر رحم کیا ہے۔ جو کوئی اس کو قبول کرے وہ بہترین عطیے کو قبول کرتا ہے اور وہ سب سے بڑے مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس رحمت سے روگردانی کرتے ہوئے اسے ٹھکرا دے، وہ خائب و خاسر ہوتا ہے، اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایک سرکش شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کے ساتھ رہتا ہے، وہ اس کے ساتھ جھوٹے وعدے کرتا ہے، اسے امیدیں دلاتا ہے اور اسے گناہوں پر ابھارتا ہے۔

﴿وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ﴾ یعنی وہ انہیں صراط مستقیم اور دین قویم سے روکتے ہیں ﴿وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾ شیطان کے باطل کو مزین کرنے، اسے خوبصورت بنا کر پیش کرنے اور اپنے اعراض کے باعث وہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں۔ پس دونوں برائیاں اکٹھی ہو گئیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ آیا اس شخص کے لئے کوئی عذر ہے جو اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتا ہے، حالانکہ وہ ہدایت یافتہ نہیں ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ اس شخص اور اس قسم کے دیگر لوگوں کے لئے کوئی عذر نہیں جن کی جہالت کا

مصدر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی ہے، باوجودیکہ وہ ہدایت حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے قدرت رکھنے کے باوجود ہدایت سے منہ موڑا اور باطل کی طرف راغب ہوئے، اس لئے یہ گناہ ان کا گناہ اور یہ جرم ان کا جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی کرنے والے کا، اپنے ساتھی کی معیت میں یہ حال تو دنیا کے اندر ہے اور وہ گمراہی، بدراہی اور حقائق کو بدلنے کا جرم ہے۔ رہا اس کا وہ حال جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو وہ بدترین حال ہوگا، ندامت، حسرت اور حزن وغم کا حال ہوگا جو اس کی مصیبت کی تلافی کر سکے گا نہ اس کے ساتھی سے نجات دلا سکے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ﴾ ”حتی کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا: اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، پس تو برا ساتھی ہے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ یَوۡمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیۡہِ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِیۡلًا ○ یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا ○ لَقَدۡ اَضَلَّنِیۡ عَنِ الذِّکۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِیۡ ؕ وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۷-۲۹) ”اور اس روز جب ظالم اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور حسرت سے کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری ہلاکت! کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، ذکر (یعنی قرآن) کے آجانے کے بعد، اس نے مجھے گمراہ کر ڈالا اور شیطان تو انسان کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔“

﴿وَ لَنۡ یَّنۡفَعَکُمُ الۡیَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اَنَّکُمۡ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِکُوۡنَ﴾ قیامت کے روز تمہارا اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ عذاب میں اشتراک تمہارے کسی کام نہ آئے گا، چونکہ تم ظلم میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے اس لئے اس عذاب میں بھی ایک دوسرے کے ساتھی ہو۔ مصیبت میں تسلی بھی تمہارے کوئی کام نہ آئے گی۔ کیونکہ جب دنیا میں مصیبت واقع ہوتی ہے اور مصیبت زدگان اس میں مشترک ہو جاتے ہیں اور ساتھی بن جاتے ہیں تو ان کی مصیبت قدرے ہلکی ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہیں۔ آخرت کی مصیبت میں تو ہر قسم کی عقوبت جمع ہوگی، اس میں ادنیٰ سی راحت بھی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ دنیاوی راحت بھی نہ ہوگی۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں تو ہمیں اپنی رحمت سے راحت عطا کرنا۔

اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ مَنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا

کیا پس آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو یا راہ دکھا سکتے ہیں اندھوں کو اور (ان کو) جو ہیں صریح گمراہی میں؟ ○ پس اگر

نَذۡهَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اَوۡ نُرِیَنَّکَ الَّذِیۡ وَعَدۡنٰهُمۡ فَاِنَّا عَلَیۡهِمۡ

ہم لے جائیں آپکو (دنیا سے) تو بیشک ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں ○ یا دکھادیں ہم آپکو وہ (عذاب) جسکا وعدہ کیا ہے ہم نے ان سے تو بلاشبہ ہم ان پر

مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ

قدرت رکھنے والے ہیں○ پس آپ مضبوطی سے تھام لیں اس چیز کو جو وحی کی گئی آپکی طرف بلاشبہ آپ اوپر سیدھے راستے کے ہیں○ اور بلاشبہ وہ

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

البتہ ایک نصیحت ہے آپ کیلئے اور آپکی قوم کیلئے اور عنقریب تم سوال کئے جاؤ گے○ اور پوچھئے (ان سے) جن کو ہم نے بھیجا آپ سے پہلے

مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع

اپنے رسولوں میں سے، کیا بنائے ہم نے سوائے رحمٰن کے کوئی اور معبود کہ وہ پوجے جائیں؟○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اہل تکذیب کے ایمان نہ لانے اور آپ کی دعوت کو قبول نہ کرنے پر تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے، نیز واضح فرماتا ہے کہ ان میں کوئی بھلائی ہے نہ پاکیزگی جو انہیں ہدایت کی طرف بلائے۔ ﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ﴾ "کیا آپ بہرے کو سنا سکتے ہیں۔" جو سنتے نہیں ﴿اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ﴾ "یا اندھے کو راستہ دکھا سکتے ہیں؟" جو دیکھتے نہیں یا کیا آپ اس شخص کی راہ نمائی کر سکتے ہیں ﴿وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ جو واضح گمراہی میں مبتلا ہے؟ کیونکہ وہ اپنی گمراہی اور اس کے بارے میں اپنی پسندیدگی کو خوب جانتا ہے۔ پس جس طرح بہرہ آوازوں کو نہیں سن سکتا اور اندھا دیکھ نہیں سکتا اسی طرح گمراہ شخص جو واضح گمراہی میں مبتلا ہے، ہدایت نہیں پا سکتا۔

قرآن سے ان کی روگردانی کی بنا پر ان کی فطرت اور عقل فاسد ہوگئی اور انہوں نے عقائد فاسدہ گھڑ لئے اور ان میں صفات خبیثہ پیدا ہوگئیں جو انہیں ایمان لانے سے روکتی ہیں اور ان کے اور ہدایت کے درمیان حائل ہیں اور ان کی تباہی میں اضافے کی موجب ہیں۔ اب ان لوگوں کے لئے عذاب اور سزا کے سوا کچھ باقی نہیں اور یہ عذاب انہیں دنیا ہی میں دے دیا جائے گا یا آخرت میں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾ یعنی ہم نے ان کے ساتھ جس عذاب کا وعدہ کیا ہے، آپ کو وہ عذاب دکھانے سے پہلے اگر آپ کو اٹھا لیں تو ہماری سچی خبر کی بنا پر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ان سے انتقام لیں گے۔ ﴿اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ﴾ "یا تمہیں دکھا دیں (وہ عذاب) جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔" ﴿فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾ "پس بے شک ہم ان پر قابو رکھتے ہیں۔" مگر اس عذاب کی تعجیل وتاخیر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضے پر موقوف ہے۔

یہ ہے آپ کا حال اور ان مکذبین کا حال، پس آپ ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ﴾ اپنے افعال میں اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور ان صفات سے متصف ہوں جن سے متصف ہونے کا آپ کو یہ وحی حکم دیتی ہے۔ اس کی طرف دعوت دیں، اس کو اپنی ذات اور دوسروں پر نافذ کرنے کی

خواہش رکھیں۔ ﴿ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴾ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام وتکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو آپ پر اس سے تمسک کرنے اور اس سے راہ نمائی حاصل کرنے کو اور زیادہ واجب کرتی ہے۔ جب آپ جانتے ہیں کہ یہ حق، عدل اور سچائی ہے تو آپ اسی اصلِ اصیل پر قائم رہیں جبکہ دوسرے لوگوں نے شرک، اوہام اور ظلم وجور کو بنیاد بنا رکھا ہے۔

﴿ وَاِنَّہٗ ﴾ یعنی یہ قرآن کریم ﴿ لَذِکۡرٌ لَّکَ وَلِقَوۡمِکَ ﴾ ''تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ذکر (نصیحت) ہے۔'' تم لوگوں کے لئے فخر، منقبتِ جلیلہ اور ایسی نعمت ہے جس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کے وصف کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے، نیز یہ قرآن تمہارے سامنے اس دنیوی اور اخروی بھلائی کو بیان کرتا ہے جس پر یہ مشتمل ہے اور تمہیں اس کی ترغیب دیتا ہے اور تمہیں برائی کے بارے میں بتاتا اور اس سے ڈراتا ہے ﴿ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴾ ''اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔'' اس کے بارے میں کہ آیا تم نے اس کو قائم کر کے رفعت حاصل کی اور اس سے فائدہ اٹھایا، یا تم نے اس کو قائم نہیں کیا تو یہ تمہارے خلاف حجت ہو اور تمہاری طرف سے اس نعمت کی ناسپاسی گردانی جائے؟

﴿ وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِہَۃً یُّعۡبَدُوۡنَ ﴾

''اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، کیا ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟'' یہاں تک کہ وہ اِلٰہ مشرکین کے لئے ایک قسم کی حجت بن جاتے جس میں وہ انبیاء ومرسلین میں سے کسی کی اتباع کرتے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں اور انبیاء ومرسلین کے احوال کی خبر دریافت کریں تو آپ ایک بھی ایسا رسول نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور ہستی کو معبود بنا لینے کی دعوت دیتا ہو، آپ دیکھیں گے اول سے لے کر آخر تک تمام انبیاء اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ﴾ (النحل: ٣٦/١٦) ''اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں دعوت دیتا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔'' ہر رسول نے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اپنی قوم سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ مشرکین کے پاس اپنے شرک پر کوئی دلیل نہیں، عقلِ صحیح کی رو سے نہ رسولوں کی تعلیمات میں سے نقلِ صحیح کی رو سے۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ فَقَالَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ رَبِّ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی نشانیوں کے فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف پس موسیٰ نے کہا: بیشک میں رسول ہوں رب

الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا ہُمۡ مِّنۡہَا یَضۡحَکُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیۡہِمۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ

العالمین کا O پس جب آیا وہ انکے پاس ساتھ ہماری نشانیوں کے تو یکا یک وہ انکی بابت (مذاق سے) ہنستے تھے O اور نہیں دکھاتے تھے ہم انکو کوئی نشانی

إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا ۖ وَأَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤٨﴾ وَقَالُوا
مگر وہ زیادہ بڑی ہوتی تھی اس جیسی (پہلی نشانی) سے اور پکڑا ہم نے انکو ساتھ عذاب کے تاکہ وہ رجوع کریں ○ اور کہا انہوں نے:
يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا
اے جادوگر! دعا کر ہمارے لئے اپنے رب سے ساتھ اس (عہد) کے جو عہد کیا ہے اس نے تجھ سے بیشک ہم ضرور ہدایت پانیوالے ہیں ○ پس جب ہٹا لیتے ہم
عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ﴿٥٠﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ
ان سے عذاب تو اسی وقت وہ عہد توڑ دیتے ○ اور پکارا فرعون نے اپنی قوم میں (اور) کہا: اے میری قوم! کیا نہیں ہے
لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ
میرے لئے بادشاہی مصر کی اور یہ نہریں جو چلتی ہیں میرے (محل کے) نیچے سے؟ کیا پس نہیں دیکھتے تم؟ ○ بلکہ میں بہتر ہوں
مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ
اس (موسیٰ) سے کہ جو ایک کم تر ہے اور نہیں قریب کہ وہ واضح بات کر سکے ○ پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر کنگن
مِّن ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۚ
سونے کے یا آتے اسکے ساتھ فرشتے جمع ہو کر ○ پس ہلکا کر دیا اس نے اپنی قوم (کی عقل) کو سو انہوں نے اطاعت کی اس کی؛
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّا آسَفُونَا انتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٥﴾
بلاشبہ تھے وہی لوگ نافرمانی کرنیوالے ○ پس جب غصہ دلایا انہوں نے ہمیں تو بدلہ لیا ہم نے ان سے اور غرق کر دیا ہم نے ان سب کو ○
فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ﴿٥٦﴾ ع ۱۱
پس کر دیا ہم نے ان کو گئے گزرے اور (عبرت کی) مثال پچھلوں کے لئے ○

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ﴾ (الزخرف:45/43) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی دعوت کا ذکر فرمایا جو انبیاء و مرسلین کی دعوت میں سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہے، نیز اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا سب سے زیادہ ذکر کیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال بیان کیا، فرمایا: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا﴾ ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نشانیاں دے کر بھیجا۔'' جو قطعی طور پر دلالت کرتی ہیں کہ جو چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ صحیح ہے، مثلاً عصا، سانپ، ٹڈی دل بھیجنا، جوئیں پڑنا اور دیگر تمام آیات اور معجزات وغیرہ۔ ﴿إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ''فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، تو اس نے کہا: میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔'' سو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اپنے رب کے اقرار کی دعوت دی اور انہیں غیر اللہ کی عبادت سے روکا۔ ﴿فَلَمَّا جَاءَهُم بِآيَاتِنَا إِذَا هُم مِّنْهَا يَضْحَكُونَ﴾ ''پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ نشانیوں سے مذاق کرنے لگے۔'' یعنی انہوں نے ان آیات کا انکار کر کے ان کو ٹھکرا دیا اور ظلم و تکبر سے ان کا تمسخر اڑایا۔

یہ سب کچھ آیات اور نشانیوں میں کسی کمی اور ان میں عدم وضاحت کی وجہ سے نہ تھا۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا ﴾ ''اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے تو وہ دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہوتی۔'' یعنی بعد والی نشانیاں گزشتہ نشانیوں سے بڑی تھیں۔ ﴿ وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ ﴾ ''اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا۔'' مثلاً: ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک اور خون جیسی مفصل نشانیوں کے ساتھ ہم نے ان کو پکڑا۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ شاید کہ وہ اسلام کی طرف لوٹیں اور اس کی اطاعت کریں تاکہ ان کا شرک اور شر زائل ہو۔

﴿ وَقَالُوا ﴾ یعنی ان پر عذاب نازل ہوتا تو کہتے: ﴿ يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ﴾ ''اے جادوگر!'' اس سے ان کی مراد موسیٰ علیہ السلام تھے ان کا یہ طرز خطاب یا تو استہزاء و تمسخر کے باب سے تھا یا یہ خطاب ان کے ہاں مدح تھا۔ پس انہوں نے عاجز آ کر موسیٰ علیہ السلام کو ایسے خطاب کے ساتھ مخاطب کیا جس کے ساتھ وہ ایسے لوگوں کو خطاب کرتے تھے جن کو وہ اہل علم سمجھتے تھے۔ یعنی جادوگروں کو۔ پس وہ کہنے لگے: ﴿ يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ﴾ ''اے جادوگر! اس عہد کے مطابق جو تیرے رب نے تجھ سے کر رکھا ہے اس سے دعا کر۔'' یعنی جس چیز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تجھے خصوصیت بخشی اور فضائل و مناقب عطا کئے اس کے ذریعے سے دعا کر کہ اللہ ہم سے عذاب کو دور کر دے۔ ﴿ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ ﴾ اگر اللہ نے ہم سے عذاب کو ہٹا دیا تو ہم راہِ راست اختیار کر لیں گے۔

﴿ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴾ ''پس جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو انہوں نے قول و قرار توڑ دیا۔'' یعنی انہوں نے جو عہد کیا تھا اسے پورا نہ کیا بلکہ عہد کو توڑ ڈالا اور اپنے کفر پر جمے رہے۔ ان کا یہ رویہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ○ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَى أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ○ ﴾ (الاعراف: ۱۳۳/۷۔۱۳۵) ''پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا، ان پر ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک بھیجے اور ان پر خون برسایا یہ سب الگ الگ نشانیاں دکھائیں مگر انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور جب کبھی ان پر عذاب نازل ہوتا تو کہتے: اے موسیٰ! تجھ سے تیرے رب نے وعدہ کیا ہے اس بنا پر ہمارے لئے دعا مانگ اگر تو ہم سے عذاب ہٹا دے تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ جب ہم نے ان سے عذاب کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے، جس کو وہ پہنچنے والے تھے، ٹال دیا تو وہ اپنے عہد سے پھر گئے۔''

﴿ وَنَادَى فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ ﴾ ''اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا:'' یعنی اپنے باطل موقف کی بنا پر تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا، اس کے اقتدار نے اس کو فریب میں مبتلا کر دیا تھا اور اس کے مال اور لشکروں نے اس کو

سرکش بنا دیا تھا۔ ﴿ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ ﴾ یعنی اے میری قوم! کیا میں ملکِ مصر کا مالک اور اس میں تصرف کرنے والا نہیں؟ ﴿ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ﴾ ''اور یہ نہریں میرے نیچے چلتی ہیں۔'' یعنی یہ نہریں جو دریائے نیل میں سے نکل کر محلات اور باغات میں سے ہو کر بہ رہی ہیں۔ ﴿ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ کیا تم اس وسیع و عریض سلطنت کو دیکھتے نہیں؟ یہ اس کی بے انتہا جہالت کے سبب سے تھا کیونکہ اس نے اوصاف حمیدہ اور افعال سدیدہ کی بجائے ایسے معاملے پر فخر کا اظہار کیا جو اس کی ذات سے خارج تھا۔

﴿ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ﴾ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے، حقیر سے اس کی مراد رحمان کے کلیم اور بلند مرتبہ ہستی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے۔ یعنی میں غالب اور قوت والا ہوں اور موسیٰ نہایت ذلیل اور حقیر، تب ہم میں سے کون بہتر ہے؟ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' بایں ہمہ ﴿ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴾ موسیٰ (علیہ السلام) اپنے مافی الضمیر کا گفتگو کے ذریعے سے اظہار نہیں کر سکتا کیونکہ وہ فصیح اللسان نہیں ہے۔ مگر یہ کوئی عیب نہیں، جبکہ آپ اپنے مافی الضمیر کو واضح کر سکتے تھے اگرچہ بولنا ان کے لئے بوجھل تھا۔ پھر فرعون نے کہا: ﴿ فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ ﴾ ''پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں آپڑے۔'' کہ اس کی یہ حالت ہوتی کہ وہ کنگن اور زیور سے آراستہ ہوتا ﴿ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴾ یا فرشتے اس کے پکارنے پر، اس کی مدد کرتے اور اس کی بات کی تائید کرتے۔

﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ﴾ ''پس بے وقوف بنایا اس نے اپنی قوم کو اور وہ اس کے کہنے میں آ گئے۔'' یعنی فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کی عقل کو حقیر جانا اور یوں اس نے ان کے سامنے ان شبہات کا اظہار کیا جن کا کوئی فائدہ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ شبہات حق پر دلالت کرتے تھے نہ باطل پر۔ یہ صرف کم عقل لوگوں کو متاثر کر سکتے تھے۔

مصر پر فرعون کے اقتدار اور اس کے محلات میں نہروں کے بہنے میں اس کے برحق ہونے کی کون سی دلیل ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی ثقالت، ان کے متبعین کی قلت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونے کے کنگنوں سے آراستہ نہ کرنے میں ان کی دعوت کے بطلان کی کون سی دلیل ہے؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ فرعون کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جو معقولات سے بے بہرہ تھے، فرعون حق یا باطل جو کچھ بھی کہتا تھا وہ بے چون و چرا اسے مان لیتے تھے۔ ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ﴾ ''درحقیقت وہ تھے ہی فاسق لوگ۔'' پس ان کے فسق کے سبب سے ان پر فرعون کو مسلط کر دیا گیا جو ان کے سامنے شرک اور شر کو مزین کرتا تھا۔ ﴿ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا ﴾ یعنی جب انہوں نے اپنی بداعمالیوں کے ذریعے سے ہمیں ناراض کر دیا تو ﴿ انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴾ ''ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ اور ان کو گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔'' تاکہ ان کے احوال سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوٓا ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ

اور جب بیان کی گئی ابن مریم کی مثال تو یکا یک آپکی قوم اس سے چلاتی ہے (خوشی سے) O اور انہوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں

أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿۵۸﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ

یا وہ (عیسیٰ)؟ نہیں بیان کی انہوں نے آپ کیلئے یہ مثال مگر جھگڑنے کیلئے بلکہ وہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو O نہیں ہے وہ (عیسیٰ) مگر ایک ایسا بندہ کہ

أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلٰٓئِكَةً

انعام کیا ہم نے اس پر اور بنا دیا ہم نے اسکو ایک نمونہ واسطے بنی اسرائیل کے O اور اگر چاہتے ہم تو البتہ کر دیتے ہم تم میں سے فرشتے

فِى الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿۶۰﴾ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ

زمین میں، وہ جانشین ہوتے O اور بیشک وہ البتہ ایک نشانی ہے واسطے قیامت کے، پس نہ ہرگز شک کرو تم اس (کے آنے) میں اور پیروی کرو تم میری؛

هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا

یہی ہے راستہ سیدھا O اور نہ روک دے تم کو شیطان' بلاشبہ وہ تمہارا دشمن ہے صریح O اور جب

جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِى

آیا عیسیٰ ساتھ واضح دلائل کے تو اس نے کہا: تحقیق آیا ہوں میں تمہارے پاس ساتھ حکمت کے اور تا کہ واضح کروں میں تمہارے لئے بعض وہ باتیں

تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۶۳﴾ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ

کہ اختلاف کرتے ہو تم اس میں، پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری O بلاشبہ اللہ وہ رب ہے میرا اور رب ہے تمہارا، پس تم (سب) اسی کی عبادت کرو؛

هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنۢ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ

یہی ہے راستہ سیدھا O پس (ایک دوسرے سے) اختلاف کیا گروہوں نے (جو پیدا ہوئے) انکے درمیان ہی میں سے، پس ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے

ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿۶۵﴾

جنہوں نے ظلم کیا' عذاب سے ایک دردناک دن کے O

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ ''اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی گئی۔'' یعنی جب ابن مریم کی عبادت سے منع کیا گیا اور اس کی عبادت کو بتوں کی عبادت قرار دیا گیا۔ ﴿إِذَا قَوْمُكَ﴾ ''تو آپ کی قوم کے لوگ۔'' جو آپ کو جھٹلانے والے ہیں ﴿مِنْهُ﴾ یعنی اس ضرب المثل کی وجہ سے ﴿يَصِدُّونَ﴾ آپ کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں، چیختے چلاتے اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے دلیل کے ذریعے سے غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ﴿وَقَالُوٓا ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ﴾ ''اور کہنے لگے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا یہ؟'' یعنی عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ تمام خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے منع کیا گیا ہے اور ان سب کو جن کی یہ عبادت کرتے ہیں، وعید میں شامل کیا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی نازل ہوا ہے: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وٰرِدُونَ﴾ (الأنبیاء: ۹۸/۲۱) ''بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو،

سب جہنم کا ایندھن ہو اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے۔'' ان کی اس بے موقع دلیل کی توجیہ یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اے محمد! (ﷺ) تمہارے نزدیک اور ہمارے نزدیک یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان مقرب بندوں میں سے ہیں جن کا انجام بہت اچھا ہے، پھر تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے معبودوں کو ان کی عبادت کی ممانعت میں برابر کیوں کر قرار دے دیا؟ اگر تیری دلیل باطل نہ ہوتی تو اس میں کوئی تناقض نہ ہوتا۔ اور تو نے یہ کیوں کہا: ﴿ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ﴾ (الأنبياء: ۲۱/۹۸) ان کے زعم کے مطابق یہ حکم عیسیٰ علیہ السلام اور تمام بتوں کو شامل ہے، تب کیا یہ تناقض نہیں؟ اور دلیل کا تناقض دلیل کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔

یہ بعید ترین دلیل ہے جس کے ذریعے سے لوگ اس شبہے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس پر یہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شور مچا رہے ہیں اور ایک دوسرے کو خوشخبری دے رہے ہیں، حالانکہ شبہ۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ۔ کمزور ترین اور باطل ترین شبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور بتوں کی عبادت کی ممانعت کو مساوی قرار دیا ہے اور چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے، انبیاء و مرسلین اور دیگر کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور دیگر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کی ممانعت کے مساوی ہونے میں کون سا شبہ ہے؟

اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور آپ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کی عبادت اور بتوں کی عبادت کی حرمت میں کوئی فرق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت تو وہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ﴾ ''وہ تو ہمارا ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا ہے۔'' یعنی ہم نے انہیں نبوت و حکمت اور علم و عمل کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ﴿ وَجَعَلْنَٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کے لیے انہیں ایک نمونہ بنا دیا۔'' ان کے ذریعے سے بنی اسرائیل نے اس حقیقت کی معرفت حاصل کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر بھی وجود میں لانے کی قدرت رکھتا ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ﴾ (الأنبياء: ۲۱/۹۸) تو اس کا جواب تین طرح سے دیا جاتا ہے۔

اوّل: ﴿ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾ میں ﴿ مَا ﴾ غیر ذی عقل کے لئے استعمال ہوا ہے، اس میں حضرت مسیح علیہ السلام داخل نہیں ہیں۔

ثانی: یہ خطاب مکہ اور اس کے ارد گرد رہنے والے مشرکین سے ہے جو بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔

ثالث: اس آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا

مُبۡعَدُوۡنَ ﴾ (الأنبياء: ٢١/١٠١) ''بے شک وہ لوگ جن کے لئے پہلے ہی سے ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے، وہ اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔'' بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، انبیاء و مرسلین اور اولیاء اللہ اس آیت کریمہ میں داخل ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰٓـئِكَةً فِى الۡاَرۡضِ يَخۡلُفُوۡنَ ﴾ یعنی اگر ہم چاہتے تو تمہاری جگہ فرشتوں کو مقرر کر دیتے جو زمین میں تمہاری جانشینی کرتے اور زمین میں رہتے حتیٰ کہ ہم فرشتوں کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجتے۔ اے نوع بشری! تم یہ طاقت نہیں رکھتے کہ فرشتوں کو رسول بنا کر تمہاری طرف مبعوث کیا جائے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جس سے سیکھنے کی تم طاقت رکھتے ہو۔ ﴿ وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ ''اور بے شک وہ قیامت کی نشانی ہیں۔'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود قیامت کی دلیل ہے۔ وہ ہستی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لانے پر قادر ہے، وہ مُردوں کو ان کی قبروں میں سے دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت بھی رکھتی ہے یا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور ان کا نزول قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ ﴿ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا ﴾ یعنی قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں شک نہ کرو، اس کے بارے میں شک کرنا کفر ہے ﴿ وَاتَّبِعُوۡنِ ﴾ اور جو میں نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو اور جس سے روکا ہے اس سے اجتناب کرو۔ ﴿ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴾ ''یہی سیدھا راستہ ہے۔'' جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ ﴿ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ ﴾ اور شیطان تمہیں اس چیز سے نہ روک دے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، بے شک شیطان ﴿ لَكُمۡ عَدُوٌّ ﴾ ''تمہارا دشمن ہے۔'' وہ تمہیں گمراہ کرنے پر حریص ہے اور اس بارے میں وہ پوری جدوجہد کر رہا ہے۔

﴿ وَلَمَّا جَآءَ عِيۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ ﴾ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ دلائل لے کر آئے جو ان کی نبوت کی صداقت اور ان کی دعوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتے تھے، مثلاً: مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور برص زدہ کو شفایاب کرنا اور دیگر معجزات ﴿ قَالَ ﴾ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: ﴿ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡحِكۡمَةِ ﴾ میں تمہارے پاس نبوت اور ان امور کا علم لے کر آیا ہوں جس کا علم تمہیں ہونا چاہیے اور اس طریقے سے ہونا چاہیے جو مناسب ہے۔ ﴿ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ ﴾ یعنی تاکہ میں تمہارے سامنے تمہارے اختلافات میں راہ صواب اور جواب واضح کر دوں اور اس طرح تمہارے شکوک و شبہات زائل ہو جائیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی اور احکام تورات کی تکمیل کے لئے تشریف لائے، آپ بعض آسانیاں لے کر آئے جو آپ کی اطاعت اور آپ کی دعوت کو قبول کرنے کی موجب تھیں۔

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴾ ''پس اللہ سے ڈرواور میری اطاعت کرو۔'' یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرو، مجھ پر ایمان لاؤ، میری تصدیق اور میری اطاعت کرو۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ ''یقیناً اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی، لہٰذا اسی کی عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔'' اس آیت کریمہ میں توحید ربوبیت کا اقرار ہے، اللہ تعالیٰ مختلف انواع کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی تربیت کرتا ہے، نیز توحید عبودیت کا اقرار ہے، یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے خبر دی گئی ہے کہ وہ بھی اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔'' وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا تین میں سے تیسرا۔'' نہیں ہیں جیسا کہ نصاریٰ کا خیال ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ یہی راستہ سیدھا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ دعوت لے کر ان کے پاس آئے ﴿ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ ﴾ تو آپ کی تکذیب پر گروہ بندی کرنے والوں نے اختلاف کیا ﴿ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ﴾ ''آپس میں۔'' ان میں سے ہر گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باطل بات کہی اور جو کچھ آپ لے کر آئے تھے اسے رد کر دیا، سوائے مومنین کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا جنہوں نے رسالت کی گواہی دی اور ہر اس چیز کی تصدیق کی جو آپ لے کر آئے تھے اور کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''تو ظالموں کے لیے ہلاکت ہے، دردناک عذاب والے دن سے۔'' ظالموں کو کتنا شدید حزن و غم ہوگا، اس روز انہیں کتنے بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا!

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ
نہیں انتظار کرتے وہ مگر قیامت کا کہ آ جائے ان کے پاس اچانک، اور انہیں شعور تک نہ ہو ○ (سب) دوست
يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ ع ۶ ۱۱ ۱۲
اس دن، بعض ان کے واسطے بعض کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے ○ اے میرے بندو! نہیں ہے کوئی خوف تم پر آج اور نہ
اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ
تم غمگین ہوگے ○ وہ لوگ جو ایمان لائے ساتھ ہماری آیتوں کے اور تھے وہ فرماں بردار ○ داخل ہو جاؤ تم جنت میں، تم (خود)
وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا
اور تمہاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے (انعام واکرام سے) ○ دور چلایا جائے گا ان پر رکابیوں کا سونے کی اور آبخوروں کا اور اس میں
مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ
وہ ہوگا جو چاہیں گے ان کے نفس اور لذت اندوز ہوں (ان سے) آنکھیں اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے ○ اور یہ وہ جنت ہے کہ

اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۳﴾

وارث بنائے گئے ہو تم اسکے بہ سبب اسکے جو تھے تم عمل کرتے ○ تمہارے لئے اس میں پھل ہونگے بہت سے، جن میں سے تم کھاؤ گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: یہ تکذیب کرنے والے کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ اور کیا وہ توقع رکھتے ہیں کہ ﴿اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾ ''قیامت ان پر اچانک آموجود ہو اور ان کو خبر بھی نہ ہو؟'' یعنی جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو ان لوگوں کے احوال کے بارے میں مت پوچھو جنھوں نے قیامت کی تکذیب کی، اس کا اور اس کے بارے میں آگاہ کرنے والے کا مذاق اڑایا۔ ﴿اَلۡاَخِلَّاۤءُ يَوۡمَئِذٍ﴾ یعنی کفر، تکذیب اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھنے والے قیامت کے دن ﴿بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ﴾ ''ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔'' کیونکہ دنیا میں ان کی دوستی اور محبت غیر اللہ کی خاطر تھی تو قیامت کے دن یہ دوستی، دشمنی میں بدل جائے گی۔ ﴿اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ﴾ سوائے ان لوگوں کی دوستی کے جو شرک اور معاصی سے بچتے رہے۔ پس ان کی محبت دائمی اور متصل ہوگی کیونکہ جس ہستی کی خاطر انہوں نے محبت کی اس کو دوام ہے جنت میں ان کا دوام اور خلود جو جنت کی نعمتوں کے دوام، ان میں اضافے اور عدم انقطاع کو متضمن ہے۔

﴿وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ﴾ وہ جنت جو کامل ترین اوصاف سے موصوف ہے ﴿الَّتِيۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''جس کے تم مالک بنا دیے گئے وہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں عطا کی ہے، اپنے فضل وکرم سے اس کو اعمال کی جزا قرار دیا اور اس نے اپنی رحمت سے اس میں ہر چیز عطا کر دی۔ ﴿لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ﴾ ''وہاں تمہارے لیے بہت سے پھل ہیں۔'' جیسا کہ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿فِيۡهِمَا مِنۡ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوۡجٰنِ﴾ (الرحمٰن: ۵۵/۵۲) ''ان جنتوں میں تمام پھل دو دو اقسام کے ہوں گے۔'' ﴿مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾ یعنی تم ان مزے دار میووں اور لذیذ پھلوں کو چن چن کر کھاؤ گے۔ جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنم کے عذاب کا ذکر فرمایا۔

اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِيۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ وَهُمۡ فِيۡهِ

بلاشبہ مجرم لوگ عذاب جہنم ہی میں ہمیشہ رہیں گے ○ نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے وہ (عذاب) اور وہ اس میں

مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوۡا يٰمٰلِكُ

مایوس ہوں گے ○ اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر اور لیکن تھے وہ خود ہی ظلم کرنے والے ○ اور پکاریں گے وہ، اے مالک!

لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ بِالۡحَقِّ

چاہیے کہ فیصلہ (موت) صادر کر دے ہم پر تیرا رب، وہ کہے گا بیشک تم (اسی میں) ٹھہرنے والے ہو ○ البتہ تحقیق لائے ہم تمہارے پاس حق

وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ﴿۷۸﴾

لیکن اکثر تمہارے حق کو ناپسند کرنے والے ہی تھے ○

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ﴾ جنہوں نے کفر اور تکذیب کے جرم کا ارتکاب کیا ﴿فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ﴾ وہ جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، عذاب انہیں ہر جانب سے گھیر لے گا۔ ﴿خٰلِدُوْنَ﴾ وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس عذاب سے باہر نہیں نکلیں گے۔ ﴿لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ﴾ ایک گھڑی کے لئے بھی انہیں عذاب سے چھٹکارا نہیں ملے گا، نہ تو عذاب ختم ہوگا اور نہ ہی اس میں نرمی ہوگی۔ ﴿وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ یعنی وہ ہر بھلائی سے مایوس اور ہر خوشی سے ناامید ہوں گے۔ وہ اپنے رب کو پکاریں گے: ﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ (المؤمنون: ۲۳/۱۰۷، ۱۰۸) ''اے ہمارے رب ہمیں جہنم سے نکال لے، اگر ہم نے دوبارہ گناہ کیے تو ہم ظالم ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسی میں ذلیل وخوار ہو کر پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔'' یہ عذاب عظیم ان کی بداعمالیوں کا نتیجہ اور اس ظلم کی پاداش ہے جو انہوں نے اپنے آپ پر کیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم نہیں کرتا اور نہ وہ کسی کو گناہ اور جرم کے بغیر سزا ہی دیتا ہے۔

﴿وَنَادَوْا﴾ ''اور وہ پکاریں گے۔'' درآں حالیکہ وہ آگ میں ہوں گے، شاید کہ انہیں کوئی آرام ملے۔ ﴿یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ﴾ ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا کام تمام کردے۔'' یعنی تیرا رب ہمیں موت دے دے تاکہ ہم عذاب سے آرام پائیں کیونکہ ہم شدید غم اور سخت عذاب میں مبتلا ہیں، ہم اس عذاب پر صبر کر سکتے ہیں نہ ہم میں اسے برداشت کرنے کی قوت ہے۔ ﴿قَالَ﴾ جب وہ جہنم کے داروغے ''مالک'' سے التماس کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ انہیں موت عطا کردے تو مالک جواب دے گا: ﴿اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ تم جہنم ہی میں رہو گے اور اس میں سے کبھی نہیں نکلو گے۔ انہیں ان کا مقصد حاصل نہیں ہوگا بلکہ انہیں ان کے مقصد کے بالکل الٹ جواب دیا جائے گا اور ان کے غم میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے افعال بد پر زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے۔'' جو اس بات کا موجب تھا کہ تم اس کی اتباع کرتے اور اگر تم نے حق کی اتباع کی ہوتی تو فوز وسعادت سے بہرہ مند ہوتے ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے رہے۔'' بنابریں تم ایسی بدبختی کا شکار ہو گئے کہ اس کے بعد کوئی سعادت نہیں۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ

بلکہ انہوں نے پختہ فیصلہ کیا ایک کام کا؟ تو ہم بھی قطعی فیصلہ کرنیوالے ہیں ○ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نہیں سنتے بھید ان کا

وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور سرگوشی کرنا ان کا؟ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس لکھتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کیا حق کی تکذیب کرنے والوں اور اس سے عناد رکھنے والوں نے کوئی تدبیر کی

ہے؟ ﴿ اَمْرًا ﴾ یعنی انہوں نے حق کے خلاف سازش کی اور حق لانے والے کے خلاف چال چلی ہے تا کہ وہ ملمع سازی سے باطل کو مزین کر کے اور دل چسپ بنا کر حق کو سرنگوں کریں۔ ﴿ فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴾ یعنی ہم بھی ایک بات کو محکم بنا رہے ہیں اور ایسی تدبیر کر رہے ہیں جو ان کی تدبیر پر غالب ہے اور اس کو توڑ کر باطل کر کے رکھ دے گی اور وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرنے اور باطل کے ابطال کے لیے اسباب اور دلائل مقرر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ ﴾ (الأنبیاء: ۲۱/ ۱۸) ''بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں تو حق باطل کا سر توڑ ڈالتا ہے۔''

﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ ﴾ کیا وہ اپنی جہالت اور ظلم کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ ﴿ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ ﴾ ہم اس بھید کو جسے وہ اپنی زبان پر نہیں لائے بلکہ ابھی وہ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے سنتے نہیں۔ ﴿ وَنَجْوٰىهُمْ ﴾ اور ان کی خفیہ بات چیت کو جو وہ سرگوشیوں میں کرتے ہیں؟ بنا بریں وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان معاصی پر کوئی متابعت نہیں اور نہ ان باتوں کی سزا ہی ملے گی جو چھپی ہوئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلٰى ﴾ ''ہاں ہاں!'' ہم ان کے بھید اور ان کی سرگوشیوں کو جانتے ہیں ﴿ وَرُسُلُنَا ﴾ ''اور ہمارے قاصد۔'' یعنی باتکریم فرشتے ﴿ لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ ان کے تمام اعمال کو لکھتے ہیں اور ان اعمال کو محفوظ رکھیں گے اور جب یہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو وہ ان تمام اعمال کو موجود پائیں گے جو انہوں نے کیے تھے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

کہہ دیجیے: اگر ہو (اللہ) رحمان کی کوئی اولاد تو میں سب سے پہلے (اسکی) عبادت کرنے والا ہوں ○ پاک ہے رب آسمانوں

وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا

اور زمین کا اور رب عرش کا، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ پس چھوڑ دیجیے انکو وہ الجھے رہیں (اپنے جہل میں) اور کھیلیں کو دیں

حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾

یہاں تک کہ ملیں وہ اپنے اس دن کو جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں وہ ○

اے رسول مکرم! ان لوگوں سے کہہ دیجیے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے، حالانکہ وہ اکیلا اور بے نیاز ہے جس نے کوئی بیوی بنائی نہ بیٹا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہی ہے ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴾ ''کہہ دیجیے: اگر رحمٰن کے اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔'' اس بیٹے کی کیونکہ بیٹا اپنے باپ کا جز ہوتا ہے میں تمام مخلوق میں ان تمام اوامر پر عمل کرنے میں سب سے آگے ہوں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں مگر (تم دیکھ رہے ہو کہ) میں اس کا انکار کرنے والا پہلا شخص ہوں اور اس کی نفی کرنے میں سب

سے زیادہ سخت ہوں، پس اس سے اس مشرکانہ قول کا بطلان ثابت ہو گیا۔

جو لوگ انبیائے کرام کے احوال کو جانتے ہیں اور انھیں یہ معلوم ہے کہ انبیاء کامل ترین مخلوق ہیں، ہر بھلائی پر عمل کرنے اور اس کی تکمیل کے لئے وہ پیش پیش رہتے ہیں اور ہر برائی کو ترک کرنے، اس کا انکار کرنے اور اس سے دور رہنے میں، سب سے آگے ہیں تو ایسے لوگوں کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ پس اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو محمد بن عبداللہ ﷺ جو سب سے افضل رسول ہیں، اولین شخص ہوتے جو اس کی عبادت کرتے اور اس کی عبادت کرنے میں مشرکین آپ پر کبھی سبقت نہ لے جا سکتے۔

آیت کریمہ میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اگر اللہ رحمان کی کوئی اولاد ہوتی تو میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اولین شخص ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے لئے میری عبادت یہ ہے کہ اس نے جس چیز کا اثبات کیا ہے میں اس کا اثبات کرتا ہوں اور جس چیز کی اس نے نفی کی ہے میں اس کی نفی کرتا ہوں، پس یہ قولی واعتقادی عبادت ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اگر یہ بات حق ہوتی تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کا اثبات کرتا، لہٰذا اس سے اور عقل و نقل کے اعتبار سے مشرکین کے دعوے کا بطلان اور فساد معلوم ہو گیا۔

﴿سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ﴾ ''یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کا رب (اور) عرش عظیم کا رب اس سے پاک ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ شریک، معاون و مددگار اور اولاد وغیرہ ان تمام چیزوں سے پاک اور منزہ ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ﴿فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا﴾ ''پس آپ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ بے ہودہ کھیل کود میں لگے رہیں۔'' یعنی یہ باطل میں مبتلا ہو کر محال امور سے کھیلتے ہیں، ان کے علوم ضرر رساں ہیں ان میں کوئی نفع نہیں، وہ ایسے علوم میں بحث کرتے اور ان میں مشغول ہوتے ہیں جن کے ذریعے سے یہ لوگ حق اور دعوت کی مخالفت کرتے ہیں جو انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔ ان کے اعمال محض لہو و لعب ہیں جو نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں نہ ان سے معارف حاصل ہوتے ہیں۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس انجام کی وعید سنائی ہے جس کا قیامت کے روز انہیں سامنا کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ﴾ ''حتی کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس کو دیکھ لیں۔'' تب انہیں معلوم ہو گا کہ انہیں اس میں کیا حاصل ہوا کہ وہ دائمی بدبختی اور ہمیشہ رہنے والے عذاب میں پھنس گئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَکَ

اور وہ وہ ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود اور وہ نہایت حکمت والا خوب جاننے والا ہے○ اور بہت بابرکت ہے

الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا ۚ وَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیۡهِ

وہ ذات جس کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو درمیان ہے ان دونوں کے اور اسی کے پاس ہے علم قیامت کا اور اسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ
تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور نہیں اختیار رکھتے وہ، جن کو وہ پکارتے ہیں اس کے سوا، سفارش کا، مگر وہ جس نے گواہی دی
بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى
ساتھ حق کے اور وہ جانتے ہیں○ اور اگر آپ سوال کریں ان سے کہ کس نے پیدا کیا انکو تو یقیناً ضرور وہ کہیں گے: اللہ نے، پس کہاں
يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ
وہ پھیرے جاتے ہیں؟○ قسم ہے اس (رسول) کے (یہ) کہنے کی کہ اے میرے رب! بلاشبہ یہ لوگ ہیں کہ نہیں ایمان لائیں گے○ پس منہ پھیر لیجیے
عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾
ان سے اور کہہ دیجیے: سلام ہے، پس عنقریب وہ جان لیں گے○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں وہ اکیلا ہی معبود ہے پس آسمان کی تمام مخلوق اور زمین پر بسنے والے اہل ایمان اس کی عبادت وتعظیم کرتے ہیں، اس کے جلال کے سامنے سرنگوں اور اس کے کمال کے محتاج ہیں۔ ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ (بنی إسرآءیل: ۱۷/ ٤٤) ”ساتوں آسمان، زمین اور ان کے اندر جو بھی ہے، سب اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا﴾ (الرعد: ۱۳/ ۱۵) ”اور آسمانوں اور زمین کے تمام باسی چاہتے اور نا چاہتے ہوئے اللہ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے، تمام مخلوق جس کی خوشی اور ناخوشی سے عبادت کرتی ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کے مانند ہے۔ ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ﴾ (الأنعام: ٦/ ٣) یعنی اس کی الوہیت اور محبت آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ خود تمام مخلوق سے جدا اپنے عرش پر ہے، وہ اپنے جلال میں یکتا اور اپنے کمال کے ساتھ بزرگی کا مالک ہے ﴿وَهُوَ الْحَكِيْمُ﴾ ”اور وہ حکمت والا ہے۔“ جس نے اپنی مخلوق کو نہایت محکم طور پر تخلیق کیا اور اپنی شریعت کو نہایت مہارت سے وضع کیا۔ اس نے جو چیز بھی پیدا کی کسی حکمت ہی کی بنا پر پیدا کی، اس کا حکم کونی وقدری، حکم شرعی اور حکم جزائی تمام تر حکمت پر مشتمل ہے۔ ﴿الْعَلِيْمُ﴾ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، وہ ہر بھید اور مخفی معاملے کو جانتا ہے عالم علوی اور عالم سفلی میں چھوٹی یا بڑی ذرہ بھر چیز بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں۔

﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ”اور بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں، زمین اور جو ان کے درمیان موجود ہے، سب پر حکومت ہے۔“ (تبارک) کا معنی ہے کہ وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے، اس کی بھلائیاں بے شمار، اس کی صفات لامحدود اور اس کی سلطنت بہت عظیم ہے، بنابریں فرمایا کہ اس کا

اقتدار آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہر چیز پر حاوی ہے، اس کا علم بہت وسیع ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے حتی کہ تمام امور غیب کا وہ اکیلا ہی علم رکھتا ہے جن کا علم کوئی نبی مرسل، کوئی مقرب فرشتہ اور مخلوق میں سے کوئی ہستی نہیں رکھتی، اس لئے فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ یہاں افادۂ حصر کے لئے ظرف کو مقدم رکھا ہے، یعنی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ اس کا کامل اقتدار اور اس کی وسعت یہ ہے کہ وہ دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''اور تم (آخرت میں) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور وہ تمہارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

یہ اس کا کامل اقتدار ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی چیز کا کوئی ہستی کوئی اختیار نہیں رکھتی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کوئی کسی قسم کی سفارش نہیں کر سکے گا، پس فرمایا: ﴿ وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ ﴾ یعنی انبیاء، فرشتوں اور دیگر لوگوں میں سے ایسی تمام ہستیاں جنہیں اللہ کے سوا پکارا جاتا ہے، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتیں، وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گی اور صرف اسی کے حق میں سفارش کر سکیں گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

بنابریں فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ ﴾ یعنی جس نے دل سے حق کا اقرار کرتے ہوئے اور جس امر کی شہادت دی جا رہی ہے اس کا علم رکھتے ہوئے زبان سے حق کی شہادت دی اور اس شرط کے ساتھ کہ یہ شہادت حق کے ساتھ شہادت ہو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی وحدانیت کی شہادت، اس کے رسولوں کے لئے ان کی نبوت و رسالت کی شہادت اور دین کے اصول و فروع، اس کے حقائق اور شرائع کی شہادت جنہیں لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ دے گی اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پائیں گے اور اس کا ثواب حاصل کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ یعنی اگر آپ مشرکین سے توحید ربوبیت کے بارے میں پوچھیں کہ اس کائنات کا خالق کون ہے تو وہ اقرار کریں گے کہ اللہ واحد جس کا کوئی شریک نہیں، اس کائنات کا خالق ہے۔ ﴿ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ﴾ یعنی تب اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس اکیلے کے لئے اخلاص سے کہاں منہ موڑے جا رہے ہیں۔ پس ان کا توحید ربوبیت کا اقرار، ان پر توحید الوہیت کے اقرار کو لازم ٹھہراتا ہے اور یہ شرک کے بطلان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

﴿ وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''اور پیغمبر کا یہ کہنا کہ اے میرے رب! یقیناً یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔'' یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ ''اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے۔'' پر معطوف ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کے آپ کی قوم کی طرف سے آپ کی تکذیب کے

وقت، اپنے رب کے پاس شکوہ کرتے ہوئے، نہایت حزن وغم اور اپنی قوم کے عدم ایمان پر نہایت حسرت کے ساتھ دعا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس حال کا علم رکھتا ہے اور ان کو فوراً سزا دینے پر قادر ہے مگر وہ نہایت بردبار ہے وہ اپنے بندوں کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ﴾ ان کی طرف سے آپ کو جو قولی اور فعلی اذیت پہنچتی ہے اس پر ان سے درگزر کیجئے اور ان کو معاف کر دیجئے۔ آپ کی طرف سے ان کے لئے سلام ہی ہونا چاہیے جس کے ذریعے سے عقل مند اور اہل بصیرت جاہلوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ﴾ (الفرقان: ۲۵/ ۶۳) ''جب ان سے جہلاء مخاطب ہوتے ہیں۔'' یعنی ایسا خطاب جو ان کی جہالت کے تقاضے پر مبنی ہوتا ہے ﴿قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (الفرقان: ۲۵/ ۶۳) ''تو ان کو کہہ دیتے ہیں ''تمہیں سلام ہو۔''

پس رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور آپ کی قوم نے آپ کو جو اذیتیں دیں ان کا عفو و درگزر کے ساتھ سامنا کیا اور آپ ان کے ساتھ صرف حسن سلوک اور حسن کلام سے پیش آئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ہوں اس مقدس ہستی پر جسے اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے مختص فرمایا اور اس کے ذریعے سے زمین و آسمان کے رہنے والوں کو فضیلت بخشی اور آپ اس خلق عظیم کے ذریعے سے ستاروں سے زیادہ بلندیوں پر پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ تو عنقریب انہیں اپنے گناہوں اور جرائم کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر سورۃ الدخان

سورۃ الدخان (۶۴) مکیۃ (۴۴) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتھا ۵۹ رکوعاتھا ۳

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾

حٰمٓ O قسم ہے کتاب واضح کی O بلاشبہ نازل کیا ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں، بے شک ہم ہیں ڈرانے والے O

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً

اس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر معاملے حکمت والے کا O بطور حکم ہماری طرف سے بیشک ہم ہیں (رسول) بھیجنے والے O رحمت

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

(مہربانی) سے آپ کے رب کی طرف سے بلاشبہ وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے O رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور (ان کا) جو

www.islamiurdubook.blogspot.com

بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝٧ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ وقف لازم

انکے درمیان میں ہے اگر ہو تم یقین کرنے والے ○ نہیں کوئی معبود برحق مگر وہی وہ زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے رب ہے تمہارا اور رب ہے

اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝٩ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ

تمہارے پہلے باپ دادا کا ○ بلکہ وہ شک میں کھیل رہے ہیں ○ پس انتظار کیجیے! اس دن کا کہ لائے آسمان

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١١ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا

دھواں ظاہر ○ ڈھانپ لے گا وہ لوگوں کو یہ ہے عذاب درد ناک ○ اے ہمارے رب! دور کر دے ہم سے

الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝١٢ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝١٣

یہ عذاب بلاشبہ ہم ایمان لانے والے ہیں ○ کیوں کر ہوگی ان کیلئے نصیحت؟ جب کہ آ چکا انکے پاس ایک رسول بیان کرنیوالا ○

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝١٤ ۘ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا وقف لازم

پھر منہ موڑ لیا انہوں نے اس سے اور کہا' وہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے ○ بے شک ہم دور کرنے والے ہیں عذاب کو تھوڑی دیر کیلئے'

اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ۝١٥ ۘ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝١٦ وقف لازم

بلاشبہ تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو ○ جس دن ہم پکڑیں گے پکڑنا بڑا (سخت) بلاشبہ ہم انتقام لینے والے ہیں ○

یہ قرآن پر قرآن ہی کی قسم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب مبین کی قسم کھائی جو ہر اس چیز کے لیے ہے جس کے بیان کی حاجت ہے۔ بے شک وہ اتاری گئی ہے ﴿فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ یعنی خیر کثیر اور برکت والی رات میں، اس سے مراد لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہترین کلام کو سب راتوں اور دنوں سے افضل رات میں مخلوق میں سے افضل ہستی پر معزز ین اہل عرب کی زبان میں نازل فرمایا تا کہ اس کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرائے جنہیں جہالت نے اندھا کر رکھا ہے اور بد بختی ان پر غالب آ چکی ہے۔ پس وہ اس کے نور سے روشنی حاصل کریں، اس کی ہدایت کو اختیار کریں اور اس کے پیچھے چلیں، اس طرح انہیں دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہوگی۔ اس لئے فرمایا: ﴿اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا﴾ ''بے شک ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس (فضیلت والی) رات میں۔'' جس میں قرآن نازل ہوا ﴿يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ ''ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔'' یعنی ہر حکم کا فیصلہ کیا جاتا اور ممیز کیا جاتا ہے، ہر کونی وقدری اور شرعی حکم کو جس کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ کتابت اور تفریق و امتیاز جو لیلۃ القدر کو ہوتی ہے، ان کتابات (لکھائیوں) میں سے ایک ہے جسے لکھا جاتا اور ممیز کیا جاتا ہے۔ وہ اولین کتاب کے مطابق ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تقدیر، ان کا وقتِ مقرر، ان کا رزق، ان کے اعمال اور ان کے اموال وغیرہ درج کر دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیے ہیں کہ جو بندے پر گزرے گا وہ لکھ دیتے ہیں اور جب بندہ ماں

کے پیٹ سے باہر دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر کراماً کاتبین مقرر کر دیتا ہے جو اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کو سال بھر میں پیش آنے والے واقعات کو مقدر کر دیتا ہے۔ یہ سب اس کے کمال علم، کمال حکمت، اس کی بہترین حفاظت اور اپنی مخلوق کے ساتھ کامل اعتنا کی بنا پر ہے۔ ﴿ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ﴾ یعنی حکمت سے لبریز یہ حکم، ہماری طرف سے صادر ہوتا ہے۔ ﴿ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ﴾ ہم رسول بھیجتے ہیں اور کتابیں نازل کرتے ہیں۔ یہ رسول، اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے اور اس کی تقدیر سے باخبر کرتے ہیں۔ ﴿ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ﴾ یعنی رسول بھیجنا اور کتابیں نازل کرنا آپ کے رب کی رحمت کی بنا پر ہے۔ ان کتابوں میں افضل ترین کتاب قرآن کریم ہے جو بندوں کے رب کی طرف سے بندوں پر رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر اس سے بڑھ کر کوئی اور رحمت نہیں کہ وہ کتابوں اور رسولوں کے ذریعے سے انہیں ہدایت سے نوازتا ہے۔ دنیا و آخرت کی جس بھلائی سے بھی وہ بہرہ مند ہیں اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے ﴿ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴾ یعنی وہ تمام آوازوں کو سنتا ہے اور تمام ظاہری اور باطنی امور کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بندوں کو اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کی ضرورت ہے۔ پس اس نے ان پر رحم کرتے ہوئے احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی حمد و ستائش اور احسان کا مالک ہے۔

﴿ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔'' یعنی وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے، ان کی تدبیر کرنے اور اپنی مشیت کے مطابق ان میں تصرف کرنے والا ہے۔ ﴿ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ ﴾ اگر تم اس کے بارے میں ایسا علم رکھتے ہو جو یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ پس جان لو کہ مخلوقات کا رب ہی ان کا معبود برحق ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿ يُحۡيٖ وَيُمِيۡتُ ﴾ وہ اکیلا ہی زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے۔ وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں اکٹھا کرے گا اور تمہارے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا ہوگی اور اگر اعمال برے ہوئے تو بری جزا ہوگی۔ ﴿ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴾ یعنی وہ اولین و آخرین کا رب، نعمتوں کے ذریعے سے ان کی تربیت کرنے والا اور ان سے سختیوں کو دور کرنے والا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور الوہیت کا اثبات کرنے کے بعد جو کہ علم کامل کا موجب ہے اور شک کو دور کرتا ہے، فرمایا کہ کفار اس توضیح و تبیین کے باوجود ﴿ فِيۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ ﴾ یعنی شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے انہیں تخلیق کیا گیا ہے اور لہو و لعب میں مشغول ہیں جو انہیں نقصان کے سوا کچھ نہیں دیتے۔ ﴿ فَارۡتَقِبۡ ﴾ یعنی ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کیجئے، یہ عذاب بہت قریب ہے اور اس کا

وقت آن پہنچا ہے ﴿ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ○ يَغْشَى النَّاسَ ﴾ ''جس دن آسمان صریح دھواں لائے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا۔'' یہ دھواں سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ یہ بہت دردناک عذاب ہے۔

اہل تفسیر میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس دھوئیں سے کیا مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ دھواں ہے کہ جب مجرم جہنم کی آگ کے قریب پہنچیں گے تو یہ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور ان کو اندھا کر دے گا، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت کے روز جہنم کے عذاب کی وعید سنائی ہے اور نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ اس دن کا انتظار کریں۔ اس تفسیر کی اس بات سے تائید ہوتی ہے کہ قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ وہ قیامت کے روز کے بارے میں کفار کو وعید سناتا ہے اور اس روز کے عذاب سے انہیں ڈراتا ہے۔ رسول ﷺ اور مومنین کو تسلی دیتے ہوئے ان کو تکلیفیں پہنچانے والے کفار کے بارے میں انتظار کا حکم دیتا ہے، نیز اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴾ ''اس وقت ان کو نصیحت کہاں مفید ہوگی جب کہ ان کے پاس واضح رسول پہنچ چکے۔'' یہ ارشاد کفار کو قیامت کے روز اس وقت سنایا جائے گا، جب وہ دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے لہٰذا ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں لوٹ جانے کا وقت گزر چکا ہے۔

اس کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عذاب ہے جو کفار قریش پر اس وقت نازل ہوا جب انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور حق کے مقابلے میں تکبر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے بددعا فرمائی ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ)) ''اے اللہ! ان پر قحط سالی فرما جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے''[1] پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت بڑا قحط بھیجا یہاں تک کہ وہ مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے اور ان کی یہ حالت ہو گئی کہ انہیں آسمان اور زمین کے درمیان دھواں سا نظر آتا تھا، حالانکہ دھواں نہیں تھا۔ یہ کیفیت بھوک کی شدت کی وجہ سے تھی۔

تب اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جو وہ مشاہدہ کریں گے وہ ان کی بصارت کی نسبت سے ہوگا وہ حقیقت میں دھواں نہیں ہوگا۔ ان پر یہی حالت طاری رہی یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے رحم کی بھیک مانگتے ہوئے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان سے اس قحط کو دور کر دے پس اللہ تعالیٰ نے اس قحط کو ہٹا دیا۔

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب تسمية الوليد، حديث: ٦٢٠٠ وصحيح مسلم، صفات المنافقين، باب الدخان، حديث: ٢٧٩٨.

تب اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴾ ''ہم تھوڑے دنوں کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں مگر تم پھر (کفر کی طرف) لوٹ آتے ہو۔'' میں اس بات کی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم سے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور یہ ان کے تکبر اور تکذیب کے رویہ کو دوبارہ اختیار کرنے پر سخت وعید ہے، نیز اس عذاب کے وقوع کی پیش گوئی ہے۔ پس یہ عذاب واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ عنقریب انہیں ایک زبردست عذاب کی گرفت میں لے گا اور (بعض) اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے مراد جنگ بدر ہے۔ یہ قول بظاہر محل نظر ہے۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ آخری زمانے میں ایک دھواں لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے گا اور وہ سانس نہیں لے سکیں گے مگر اہل ایمان کو دھواں بس عام دھوئیں کی طرح تکلیف دے گا۔

پہلا قول صحیح تفسیر ہے۔

آیات کریمہ ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ○ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ○ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ○ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴾ میں اس امر کا بھی احتمال موجود ہے کہ یہ سب کچھ قیامت کے روز واقع ہوگا۔

اور رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: ﴿ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ○ ﴾ تو یہ ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جو قریش کو پیش آئے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

جب ان آیات کریمہ کو ان دونوں معنی پر محمول کیا جائے تو آپ آیات کے الفاظ میں کوئی ایسی چیز نہیں پائیں گے جو اس سے مانع ہو بلکہ آپ ان کے الفاظ کو ان معانی کے پوری طرح مطابق پائیں گے، میرے نزدیک یہی معنی ظاہر اور راجح ہے۔ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ.

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾ أَنْ أَدُّوا

اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو اور آیا (تھا) انکے پاس رسول معزز ○ (اس نے فرعون سے کہا) یہ کہ حوالے کر دو

إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ وَأَن لَّا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي

میرے اللہ کے بندوں کو بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار ○ اور یہ کہ نہ سرکشی کرو تم مقابل اللہ کے بلا شبہ میں

آتِيكُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٩﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَن تَرْجُمُونِ ﴿٢٠﴾

لاتا ہوں تمہارے پاس دلیل واضح ○ اور بیشک پناہ لی ہے میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم سنگسار کر دو مجھے ○

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾

اور اگر نہیں ایمان لاتے تم میری بات پر تو الگ ہو جاؤ تم مجھ سے ○ پس پکارا اس نے اپنے رب کو کہ بلاشبہ یہ لوگ تو مجرم ہیں ○

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ

(حکم ہوا) پس لے چل میرے بندوں کو رات کے وقت، بیشک تم پیچھا کیے جاؤ گے ○ اور چھوڑ دے سمندر کو تھما ہوا، بلاشبہ وہ لشکر ہیں

مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿٢٦﴾

کہ غرق کیے جائیں گے وہ (اس میں) ○ کتنے ہی چھوڑ گئے وہ باغات اور چشمے ○ اور کھیتیاں اور محل عمدہ ○

وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ قف وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿٢٨﴾

اور سامان راحت کہ تھے وہ ان میں عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والے ○ اسی طرح ہوا اور وارث کر دیا ہم نے انکا ایک دوسری قوم کو ○

فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ﴿٢٩﴾ ع وَ لَقَدْ نَجَّیْنَا ع ٢٩/١٢

پس نہ روئے ان پر آسمان اور زمین اور نہ تھے وہ مہلت دیے گئے ○ اور البتہ تحقیق نجات دی ہم نے

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا

بنی اسرائیل کو عذاب رسوا کن سے ○ (یعنی) فرعون سے بلاشبہ تھا وہ ایک سرکش

مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿٣١﴾ وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿٣٢﴾ ج

حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ○ اور تحقیق پسند کیا ہم نے ان کو اپنے علم پر اوپر جہانوں کے ○

وَ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ ﴿٣٣﴾

اور دی (تھیں) ہم نے ان کو نشانیاں وہ کہ ان میں تھی آزمائش صریح ○

رسول مصطفیٰ محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ گزشتہ زمانوں میں بھی جھٹلانے والے موجود تھے اور ان کا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ذکر فرمایا، نیز اس عذاب کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا تاکہ جھٹلانے والے اپنے اس رویے سے باز آجائیں فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ﴾ یعنی ہم نے اپنے رسول کریم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث کر کے انھیں آزمایا جن میں بھلائی اور مکارمِ اخلاق بدرجۂ اتم موجود تھے جو کسی اور میں موجود نہ تھے۔

﴿اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں سے کہا ''اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔'' اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد بنی اسرائیل تھے، یعنی بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو اور اپنے بدترین عذاب سے انہیں رہائی دے دو، کیونکہ بنی اسرائیل میرا قبیلہ ہے اور اپنے زمانے میں یہ افضل ترین لوگ ہیں۔ تم نے ان کو ناحق غلام بنا کر ان پر ظلم روا رکھا ہوا ہے۔ ان کو آزادی دے دو تاکہ یہ اپنے

رب کی عبادت کریں۔ ﴿ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴾ میں رب کائنات کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جو پیغام میرے ذریعے سے بھیجا گیا ہے میں اس پر امین ہوں، میں اس میں سے تم سے کچھ نہیں چھپاتا، میں اس میں کچھ اضافہ کرتا ہوں نہ اس میں کمی کرتا ہوں اور یہ چیز کامل اطاعت کی موجب ہے۔ ﴿ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔'' تکبر و استکبار سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اپنے آپ کو بلند نہ سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آؤ۔ ﴿ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ''بے شک میں تمہارے پاس ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں۔'' اس سے مراد وہ بڑے بڑے معجزات اور وہ زبردست اور ناقابل تردید دلائل ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر تشریف لائے۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہوئے کہا: ﴿ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴾ یعنی میں اس بات سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم بدترین طریقے، یعنی رجم کے ذریعے سے مجھے قتل کرو۔ ﴿ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴾ ''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ رہو۔'' یعنی تمہارے لئے تین راستے ہیں:

(۱) مجھ پر ایمان لے آؤ اور یہی تم سے میرا مطلوب و مقصود ہے۔

(۲) اگر مجھے تم سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، تم میری مخالفت کرو نہ میری تائید کرو مجھ سے اپنے شر کو دور رکھو۔

(۳) پس ان کفار سے پہلا اور دوسرا مقصد حاصل نہ ہوا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں سرکشی ہی کرتے رہے اور اس کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف جنگ نہ چھوڑی اور نہ ان کی قوم بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ روانہ کیا۔

﴿ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴾ ''انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔'' انہوں نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جو فوری سزا کا موجب ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قوم کا حال بیان کیا اور زبان حال کے ذریعے سے یہ دعا کی جو کہ زبانِ مقال سے زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ خود اپنے لیے (زبان مقال سے) یہ دعا کی تھی: ﴿ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴾ (القصص: ۲۸/ ۲۴) ''اے میرے رب! جو بھلائی تو مجھ پر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں اور یہ بھی بتا دیا کہ فرعون اور اس کی قوم ان کا پیچھا کرے گی۔

﴿ وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ﴾ ''سمندر کو اس کے حال پر کھلا (ساکن) چھوڑ دے۔'' یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت نکل پڑے اور فرعون نے ان کا تعاقب کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سمندر پر اپنا عصا ماریں، انہوں نے سمندر پر اپنا عصا مارا تو سمندر میں بارہ راستے بن گئے اور سمندر کا پانی ان راستوں کے مابین پہاڑوں کے مانند کھڑا ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سمندر میں سے گزر گئی۔ جب بنی اسرائیل سمندر سے باہر نکل آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سمندر کو اسی طرح اس کے حال پر چھوڑ دیں، تاکہ فرعون اور اس کے لشکر ان راستوں میں داخل ہو جائیں۔ ﴿ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴾ ''یقیناً وہ ایسا لشکر ہے جو غرق کر دیا جائے گا۔''

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم مکمل طور پر سمندر سے باہر نکل آئی اور فرعون کے لشکر سب کے سب سمندر میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ اپنی موجوں کے ذریعے سے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ وہ آخری آدمی تک سب غرق ہو گئے اور دنیاوی مال و متاع چھوڑ گئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس کا وارث بنا دیا جو ان کے غلام بن کر رہ رہے تھے۔

بنابریں فرمایا: ﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ○ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ○ كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا ﴾ ''وہ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور عمدہ و نفیس مکان اور آرائش کے سامان جن میں وہ مزے سے رہتے تھے، یہ بات اسی طرح ہے اور ہم نے اس کا وارث بنایا'' یعنی اس مذکورہ نعمت کا ﴿ قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴾ ''دوسرے لوگوں کو۔'' ایک دوسری آیت کریمہ میں آتا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ (الشعراء: ۲۶/۵۹) ''اسی طرح ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔''

﴿ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ ﴾ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا تو ان پر آسمان رویا نہ زمین، یعنی ان کے لئے کسی نے حزن و غم کا اظہار کیا نہ ان کی جدائی پر کسی کو افسوس ہوا بلکہ ان کی ہلاکت اور بربادی پر سب خوش ہوئے حتیٰ کہ زمین و آسمان نے بھی مسرت کا اظہار کیا کیونکہ انہوں نے اپنے پیچھے ایسے کرتوت چھوڑے ہیں جو ان کے چہروں کو سیاہ کرتے ہیں اور ان پر لعنت اور لوگوں کی ناراضی کا موجب ہیں۔ ﴿ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴾ یعنی عذاب کو ٹال کر ان کو مہلت نہ دی گئی بلکہ اسی وقت ان کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی۔'' جس میں وہ مبتلا تھے۔ ﴿ مِنْ فِرْعَوْنَ ﴾ ''فرعون سے۔'' جبکہ فرعون ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا ﴾ بلاشبہ وہ زمین میں ناحق تکبر کرتا تھا۔ ﴿ مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز

کرنے والوں اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کرنے والوں میں سے تھا۔ ﴿ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ ﴾ اور ہم نے انہیں پاک صاف کر کے چن لیا۔ ﴿ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ ان کے متعلق اپنے علم کی بنا پر اور اس فضیلت کے لئے ان کے استحقاق کی بنا پر ﴿ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اپنے زمانے، اپنے سے پہلے اور بعد کے زمانے کے تمام لوگوں پر، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو لے آیا اور اس کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، اسے بہترین امت قرار دیا جو تمام دنیا کی راہنمائی کے لئے کھڑی کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ احسانات کئے جو دوسروں پر نہ کئے۔

﴿ وَاٰتَيْنٰهُمْ ﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو عطا کئے ﴿ مِّنَ الْاٰيٰتِ ﴾ بڑے واضح معجزات اور ظاہری نشانیاں ﴿ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴾ ''جن میں صاف اور صریح آزمائش تھی۔'' یہ ہماری طرف سے ان پر بہت بڑا احسان اور ان کے نبی موسیٰ علیہ السلام جو کچھ ان کے پاس لے کر آئے ہیں اس پر ایک دلیل ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾

بلاشبہ یہ لوگ، البتہ کہتے ہیں ○ نہیں ہے یہ مگر مرنا ہمارا پہلا ہی، اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○

فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ

پس لے آؤ تم ہمارے باپ دادوں کو اگر ہو تم سچے ○ کیا وہ بہتر ہیں یا قوم تبع

وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے؟ ہلاک کر دیا ہم نے ان کو بلاشبہ تھے وہ مجرم لوگ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ﴾ بے شک یہ جھٹلانے والے لوگ، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کو بہت بعید سمجھتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴾ ''یہ ہماری بس پہلی بار کی موت ہے اور ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے۔'' یعنی یہ ہماری صرف دنیا ہی کی زندگی ہے، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا نہ جنت اور جہنم کا کوئی وجود ہے۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے ہوئے اور اسے عاجز سمجھتے ہوئے کہا: ﴿ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ۔'' یہ عناد پسند جہلاء کا مطالبہ تھا جو بہت دور کی کوڑی لائے تھے۔ بھلا! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور ان جہلاء کے آباء واجداد کو زندہ کر کے ان کے سامنے لانے میں کون سا تلازم ہے؟ آپ کی دعوت کی صداقت پر آیات و دلائل ہر لحاظ سے نہایت تواتر سے دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَهُمْ خَيْرٌ ﴾ ''کیا یہ بہتر ہیں؟'' یعنی یہ مخاطبین ﴿ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ ''یا قوم تبع اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہو چکے۔ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بے شک وہ مجرم تھے۔'' پس یہ لوگ قوم تبع وغیرہ سے بہتر نہیں، یہ بھی جرم کے ارتکاب میں ان کے شریک ہیں۔ پس یہ بھی اس ہلاکت کی توقع رکھیں جو ان کے جرم شریک بھائیوں پر واقع ہوئی تھی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو انکے درمیان میں ہے کھیلتے ہوئے ○ نہیں پیدا کیا ہم نے ان دونوں کو مگر ساتھ حق (ایک مقصد) کے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ

اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ○ بلاشبہ دن فیصلے کا، ٹھہرایا ہوا وقت ہے انکا سب کا ○ اس دن

لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا

نہیں کام آئے گا کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے ○ مگر

ع ۱۵
مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

جس پر رحم کیا اللہ نے، بلاشبہ وہ بڑا زبردست، بہت رحم کرنے والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ تامہ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو کھیل تماشے کے طور پر، عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا، ان کا پیدا کرنا ہی حق ہے اور ان کی پیدائش حق ہی پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لئے وجود بخشا ہے تا کہ وہ اللہ واحد کی عبادت کریں تا کہ وہ اپنے بندوں کو حکم دے اور منع کرے، ان کو ثواب عطا کرے اور سزا دے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن ان سب میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' اس لئے انہوں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں کبھی غور وفکر نہیں کیا۔ ﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ﴾ ''بے شک فیصلے کا دن۔'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے جب اللہ اولین وآخرین اور اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کرے گا ﴿مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ یعنی تمام خلائق کے لئے ایک وقت مقرر ہے اس وقت میں اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا، ان کو اور ان کے اعمال کو اپنے سامنے حاضر کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا وسزا دے گا۔

اس دن کوئی رشتہ دار اپنے کسی رشتہ دار کے کام آئے گا نہ کوئی دوست کسی دوست کے کام آئے گا ﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ انہیں کہیں سے کوئی مدد ملے گی۔'' نہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچایا جاسکے گا کیونکہ مخلوق میں سے کوئی ہستی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی۔ ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''مگر جس پر اللہ مہربانی کرے، وہ تو غالب، مہربان ہے۔'' پس یہی لوگ ہوں گے جو فائدہ اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بلند مراتب پر فائز ہوں گے جس کو انہوں نے دنیا کے اندر مراتب کے حصول کا سبب بنایا اور اس کے لئے پوری کوشش کی، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾

بلاشبہ درخت تھوہر کا ○ کھانا ہے گناہ گار کا ○ مانند پگھلے ہوئے تانبے کے، کھولے گا وہ پیٹوں میں ○

كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ

مانند کھولتے تیز گرم پانی کے ○ پکڑو اسے اور دھکیل کر لے جاؤ اسے عین درمیان جہنم کے ○ پھر انڈیلو اوپر

رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾

اس کے سر کے عذاب تیز گرم پانی کا ○ (کہا جائے گا:) چکھ! بے شک تو (اپنے خیال میں) بڑا معزز مکرم تھا ○

اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾

بلاشبہ یہ (عذاب) وہ ہے کہ تھے تم اس کی بابت شک کرتے ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کا ذکر فرمایا، نیز یہ بھی واضح فرمایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا تو اس کے بعد فرمایا کہ بندے دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے، ان میں سے ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک گروہ جہنم میں اور جہنم میں جانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کیا اور ﴿ اِنَّ ﴾ ''بے شک۔'' ان کا کھانا ﴿ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴾ ''زقوم کا درخت ہوگا۔'' جو بدترین اور سب سے گندا درخت ہے۔ اس درخت کا ذائقہ ﴿ كَالْمُهْلِ ﴾ بدبودار پیپ کے مانند ہے جس کی بو اور ذائقہ انتہائی گندا اور وہ سخت گرم ہوگا۔ وہ ان کے پیٹوں میں اس طرح جوش کھائے گا ﴿ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ ''جس طرح کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔''

عذاب میں گرفتار مجرم سے کہا جائے گا: ﴿ ذُقْ ﴾ اس دردناک عذاب اور بدترین سزا کا مزا چکھ ﴿ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ ''تو اپنے آپ کو بڑا معزز اور شریف سمجھتا تھا۔'' یعنی تو اپنے زعم کے مطابق بہت زبردست اور طاقتور تھا اور سمجھتا تھا کہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا اور تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو بہت باعزت سمجھتے ہوئے خیال کرتا تھا کہ وہ تجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ آج تجھ پر واضح ہوگیا کہ تو انتہائی ذلیل ورسوا ہے۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ بے شک یہ عذاب عظیم وہ ہے ﴿ مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴾ جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے، اب تمہیں اس کے بارے میں حق الیقین حاصل ہوگیا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ

بے شک متقین امن چین کی جگہ میں ہوں گے ○ باغات میں اور چشموں میں ○ پہنیں گے وہ

سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ ۠ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٥٤﴾

باریک ریشم اور گاڑھا ریشم آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ○ اسی طرح ہوگا، اور بیویاں بنادینگے ہم ان کی موٹی آنکھوں والی حوروں کو ○

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا

طلب کریں گے وہ اس میں ہر قسم کا پھل اطمینان سے ○ نہیں چکھیں گے وہ اس میں موت (کی تلخی)، سوائے

الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ

پہلی موت (کی تلخی) کے اور بچایا اس (اللہ) نے انکو عذاب دوزخ سے ○ فضل کی وجہ سے آپکے رب کی طرف سے،

ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ

یہی ہے کامیابی بڑی ○ پس بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں، تاکہ وہ

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

نصیحت پکڑیں ○ پس آپ انتظار کیجیے! بلاشبہ وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ○

یہ تقویٰ شعار لوگوں کی جزا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے ڈر کر گناہوں کو ترک کیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ جب ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب کی نفی ہوگئی تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا ثابت ہوگئی، نیز ثواب عظیم کے طور پر انہیں بے شمار درختوں کے گھنے سائے، پھل اور چشمے عطا ہوں گے، ان درختوں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن کو اہل ایمان نعمتوں بھری جنت میں اپنے لیے نکال لیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کی اضافت نعمتوں کی طرف کی ہے کیونکہ وہ جنت جن چیزوں پر مشتمل ہے وہ سب نعمتیں ہیں جو ہر لحاظ سے کامل ہیں اور کسی طرح بھی ان میں کوئی رکاوٹ اور کسی قسم کا کوئی تکدر نہ ہوگا۔ جنت کے اندر ان کے لیے سبز ریشم اور اطلس کے لباس ہوں گے، یعنی ان کے من پسند دبیز اور باریک ریشم کے لباس ہوں گے۔ ﴿مُتَقَابِلِينَ﴾ یعنی مکمل راحت، اطمینان، محبت، حسن معاشرت اور بہترین آداب کے ساتھ، ان کے دل اور چہرے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔

﴿كَذَٰلِكَ﴾ یہ نعمت تامہ اور سرور کامل اسی طرح ہوں گے۔ ﴿وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ﴾ اور حسین و جمیل عورتوں کے ساتھ ہم ان کا نکاح کریں گے، جن کے حسن کی وجہ سے نگاہیں حیرت زدہ، ان کے جمال کو دیکھ کر عقل مبہوت اور ان کے کمال کو دیکھ کر خرد فریفتہ ہو جائے گی۔ ﴿عِينٍ﴾ یعنی وہ بڑی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ ﴿يَدْعُونَ فِيهَا﴾ ''وہ اس میں منگوائیں گے۔'' یعنی جنت کے اندر ﴿بِكُلِّ فَاكِهَةٍ﴾ ''ہر قسم کا پھل۔'' جن میں سے بعض کا تو دنیا میں نام ہے اور بعض کا دنیا میں نام ہے نہ نظیر ہے۔ وہ جب کبھی انواع واقسام کے پھل اور میوے طلب کریں گے ان کے سامنے بغیر کسی مشقت اور تکلیف کے حاضر کر دیے جائیں گے۔ ﴿آمِنِينَ﴾ وہ ان پھلوں کے ختم ہونے اور ان کے کسی ضرر کے خوف سے مامون، ہر قسم کے تکدر سے پاک اور جنت سے نکالے جانے اور موت سے محفوظ ہوں گے۔

﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ﴾ ''وہ وہاں پہلی موت کے علاوہ کسی موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔'' جنت میں بالکل موت نہیں آئے گی، اگر جنت میں کوئی موت اس آیت کریمہ سے مستثنیٰ ہوتی

تو اللہ تعالیٰ پہلی موت کو جو دنیا کی موت ہے، مستثنیٰ قرار نہ دیتا۔ پس جنت میں ان کے لئے ہر محبوب ومطلوب کی تکمیل ہوگی۔ ﴿وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ”اور اللہ انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لے گا، یہ آپ کے رب کا فضل ہوگا۔“ یعنی نعمتوں کا حاصل ہونا اور عذاب کا دور ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو اعمال صالحہ کی توفیق سے نوازا جن کی بنا پر وہ آخرت کی بھلائی سے سرفراز ہوئے، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کچھ عطا کیا جو ان کے اعمال کی پہنچ سے باہر تھا۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ”یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت سے بہرہ مند ہونے اور اس کی ناراضی اور عذاب سے سلامت رہنے سے بڑھ کر کون سی کامیابی ہو سکتی ہے؟

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ﴾ ”پس ہم نے اس (قرآن) کو آسان بنایا۔“ ﴿بِلِسَانِكَ﴾ ”آپ کی زبان میں۔“ یعنی ہم نے اسے آپ کی زبان کے ذریعے سے سہل بنایا جو علی الاطلاق فصیح ترین اور جلیل ترین زبان ہے، اس کے الفاظ اور معانی نہایت آسان ہیں۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ”شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“ کہ وہ ان فوائد پر غور کریں اور جس کام میں ان کا نفع ہے وہ کرلیں اور جس میں ضرر ہے وہ ترک کردیں۔ ﴿فَارْتَقِبْ﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جس بھلائی اور نصرت کا وعدہ کیا ہے اس کا انتظار کیجئے۔ ﴿اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ﴾ وہ بھی اس عذاب کے منتظر ہیں جو ان پر نازل ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے انتظار میں فرق کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دنیا اور آخرت کی بھلائی کا انتظار کرتے ہیں اور اس کے برعکس کفار دنیا وآخرت کے شر کا انتظار کرتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الجاثیۃ

سورۃ الجاثیۃ (۴۵) مکیۃ (۶۵) — بسم اللہ الرحمن الرحیم — آیاتہا ۳۷ رکوعاتہا ۴

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
حٰمٓ ○ اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست نہایت حکمت والا ہے ○ بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں
لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ
البتہ نشانیاں ہیں ایمان والوں کیلئے ○ اور تمہاری پیدائش میں اور (ان میں) جو وہ پھیلاتا ہے جانداروں سے، نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے
يُّوْقِنُوْنَ ④ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
جو یقین رکھتے ہیں ○ اور بدل بدل کر آنے جانے میں رات اور دن کے اور (اس میں) جو نازل کیا اللہ نے آسمان سے

مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ
رزق (پانی) پس زندہ کیا اسکے ذریعے سے زمین کو بعد اسکے مردہ ہو جانے کے اور پھیرنے میں ہواؤں کے نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے
يَّعْقِلُوْنَ ۝٥ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ
جو عقل رکھتے ہیں ○ یہ آیتیں ہیں اللہ کی، تلاوت کرتے ہیں ہم ان کی آپ پر ساتھ حق کے، پس کس بات پر،
بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝٧ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ
اللہ (کی بات) اور اسکی آیات کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟ ○ ہلاکت ہے واسطے ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے ○ سنتا ہے وہ آیتیں اللہ کی
تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٨
جو تلاوت کی جاتی ہیں اس پر، پھر وہ اڑتا ہے تکبر کرتا ہوا گویا کہ نہیں سنا اس نے انہیں پس خوش خبری دے دیجئے اسے ساتھ عذاب دردناک کے ○
وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٩ؕ
اور جب جانا اس نے ہماری آیتوں سے کچھ تو بنا لیا اس نے اس کو مذاق، یہی لوگ ہیں ان کے لیے ہے عذاب رسوا کن ○
مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا
ان کے آگے جہنم ہے اور نہیں کام آئے گا ان کے (وہ) جو کمایا انہوں نے کچھ بھی اور نہ (وہ) جن کو بنایا انہوں نے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠ؕ هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِيْنَ
سوائے اللہ کے کارساز اور ان کے لیے عذاب ہے بہت بڑا ○ یہ (قرآن) تو ہدایت ہے اور وہ لوگ
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝١١ع ع ۱۱ ۱۷
جنہوں نے کفر کیا ساتھ آیتوں کے اپنے رب کی، ان کے لیے عذاب ہے عذاب نہایت دردناک ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ایسی خبر دیتا ہے جو قرآن کی تعظیم اور اس کے اہتمام کو متضمن ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب ﴿ تَنْزِيْلُ ﴾ ''نازل کی گئی ہے۔'' ﴿ مِنَ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کی طرف سے۔'' جو معبود ہے کیونکہ وہ صفات کمال سے متصف ہے صرف وہی ہے جو نعمتیں عطا کرتا ہے جو غلبۂ کامل اور حکمتِ تامہ کا مالک ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیات افقیہ ونفسیہ کا ذکر کر کے اس کی تائید فرمائی۔ یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا، نیز زمین کے اندر جو چوپائے پھیلائے، آسمان اور زمین میں جو منفعتیں ودیعت کیں، آسمان سے جو پانی نازل کیا جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین اور اپنے بندوں کو زندگی بخشتا ہے، تائید کے لئے ان کا ذکر فرمایا۔ یہ سب اس قرآن عظیم کی صداقت اور ان حکمتوں اور احکام کی صحت کی کھلی نشانیاں اور ان پر واضح دلائل ہیں، نیز یہ اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کمال کا مالک ہے، نیز یہ قیامت اور حشر ونشر پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی آیات سے انتفاع اور عدم انتفاع کی نسبت سے لوگوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جو ان آیات پر غور و فکر کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر کامل ایمان رکھتے ہیں جس نے ان کو درجۂ یقین پر پہنچا دیا ہے۔ اس ایمان نے ان کی عقلوں کو پاک کر دیا ہے اور یوں ان کے معارف، ان کی خرد اور ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتے ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہو جاتی ہے، پھر وہ تکبر اور استکبار کرتے ہیں اور ان آیات سے منہ پھیر لیتے ہیں، گویا کہ انہوں نے ان آیات کو سنا ہی نہیں کیونکہ ان آیات نے ان کے قلب کا تزکیہ کیا ہے نہ ان کو پاک کیا ہے بلکہ ان آیات کے بارے میں ان کے تکبر کے باعث ان کی سرکشی میں اضافہ ہوا ہے۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں کچھ علم ہوتا ہے تو ان کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاکت کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ ''ہر جھوٹے، گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے۔'' یعنی وہ جو اپنے قول میں سخت جھوٹا اور اپنے فعل میں سخت گناہ گار ہے۔

نیز آگاہ فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور یہ کہ ﴿مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ﴾ ''ان کے پیچھے جہنم ہے۔'' جو ان کو سخت عذاب دینے کے لئے کافی ہے ﴿وَ﴾ ''اور۔'' بے شک وہ ﴿لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا﴾ مال جو وہ کماتے ہیں ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ ﴿وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ اور نہ وہ کام آئیں گے، اللہ کے سوا جن کو انہوں نے کارساز بنا رکھا تھا جن سے یہ لوگ مدد طلب کرتے تھے۔ پس یہ کارساز ان کو چھوڑ دیں گے، اگر وہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہوتے تو وہ خود سب سے زیادہ اس کے محتاج تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قرآنی اور کھلی آیات بیان کر دیں اور یہ بھی بیان کر دیا کہ لوگوں کی اس بارے میں دو قسمیں ہیں تو اس کے بعد خبر دی کہ یہ قرآن جو ان مطالب عالیہ پر مشتمل ہے، وہی ہدایت ہے، فرمایا: ﴿هٰذَا هُدًى﴾ ''یہ (قرآن) ہدایت ہے۔'' اور یہ سارے قرآن کا عمومی وصف ہے کہ وہ اپنی صفاتِ مقدسہ اور افعالِ حمیدہ کے ساتھ اللہ کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے رسولوں، اس کے اولیاء اور اعداء اور ان کے اوصاف کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ قرآن نیک اعمال کی معرفت عطا کرتا ہے اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے، برے اعمال کو بیان کرتا ہے اور ان سے روکتا ہے۔ قرآن اعمال کی جزا و سزا کو بیان کرتا ہے، جزائے دنیوی اور جزائے اخروی کو واضح کرتا ہے۔ پس ہدایت کے متلاشی لوگوں نے قرآن کے ذریعے سے ہدایت پائی اور یوں وہ فلاح اور سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور جو اپنے رب کی آیات کے منکر ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی واضح اور قطعی آیات کا انکار کرتے ہیں جن کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو سخت ظالم ہوں اور ان کی سرکشی کئی گنا ہو تو ﴿لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ''ان کے لئے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے۔''

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا
اللہ وہ ہے جس نے مسخر کر دیا تمہارے لیے سمندر کو تاکہ چلیں کشتیاں اس میں اس کے حکم سے اور تاکہ تلاش کرو تم
مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا
اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو ○ اور مسخر کر دیا اس نے تمہارے لیے جو آسمانوں اور جو
فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾
زمین میں ہے سب اپنی طرف سے، بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے فضل و احسان کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے حکم سے آسانی پیدا کر کے جہازوں اور کشتیوں کو چلانے کے لئے سمندر کو مسخر کیا۔ ﴿لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ تاکہ تم مختلف قسم کی تجارتوں اور مکاسب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کر سکو۔ ﴿وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔'' اور جب تم اس کا شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کرے گا اور تمہاری شکر گزاری پر بہت بڑے اجر سے نوازے گا۔ ﴿وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ﴾ ''اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔'' یعنی اپنے فضل و احسان سے۔ یہ آیت کریمہ آسمانوں اور زمین کے تمام اجسام اور ہر اس چیز کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ودیعت کی ہے، مثلاً: سورج، چاند، کواکب، ستارے، سیارے، حیوانات کی مختلف انواع، درختوں اور پھلوں کی مختلف اصناف، معدنیات کی اقسام اور دیگر چیزیں جن کے اندر بنی آدم کے مصالح اور ان کی ضروریات ہیں۔

یہ چیز اس بات کو واجب ٹھہراتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں پوری کوشش کریں اور اپنے فکر کو اس کی آیات اور حکمتوں میں تدبیر کرنے میں صرف کریں۔ بنابریں فرمایا: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔'' ان آیات میں سے اس کائنات کی تخلیق، اس کی تدبیر اور اس کی تسخیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نفوذ اور اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ اس کائنات میں پائی جانے والی مضبوطی، مہارت، انوکھی صنعت اور حسن تخلیق اس کی حکمت کاملہ اور اس کے علم کی دلیل ہے۔ اس کائنات کی وسعتیں اور اس کی عظمت و کثرت اللہ کے وسیع اقتدار و سلطنت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کائنات میں تخصیصات اور متضاد اشیاء کا وجود، اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس کائنات میں موجود دینی اور دنیاوی منافع و مصالح اس کی بے پایاں رحمت، لامحدود فضل و احسان اور اس کے گوناگوں لطف و کرم پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں سے ہر چیز اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ یکتا ہے اور

وہی ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی اس چیز کا مستحق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے، اس سے محبت کی جائے اور اس کے سامنے تذلل کا اظہار کیا جائے، نیز ہر چیز اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول جو کچھ لے کر آئے ہیں، سب صداقت پر مبنی ہے۔ یہ واضح عقلی دلائل ہیں جو کسی قسم کے شک و ریب کا شائبہ قبول نہیں کرتے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ

کہہ دیجیے: ان لوگوں سے جو ایمان لائے درگزر کریں وہ ان لوگوں سے جو نہیں امید رکھتے اللہ کے دنوں کی (جن میں وہ گرفت کرتا ہے) تا کہ بدلہ دے وہ

قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

کچھ لوگوں کو ساتھ اس کے جو تھے وہ کماتے ○ جس نے عمل کیا نیک تو (اس کا فائدہ) اسی کے لیے ہے

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٥﴾

اور جس نے کیا برا کام تو اسی پر (اس کا وبال) ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ حسن اخلاق سے کام لیں اور ان مشرکین کی ایذا رسانی پر صبر کریں جو ایام الٰہی کی امید نہیں رکھتے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کے ثواب کے امیدوار ہیں نہ گناہ گاروں کے بارے میں سنت الٰہی سے خائف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو اس کی کمائی کا بدلہ دیتا ہے، پس اے مومنوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان، تمہارے درگزر اور تمہارے صبر کی جزا کے طور پر تمہیں ثواب جزیل سے بہرہ مند کرے گا۔

اگر کفار و مشرکین اپنی تکذیب پر جمے رہے تو تم پر وہ رسوا کن سخت عذاب نازل نہیں ہوگا جو ان پر نازل ہوگا۔

بنا بریں فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے تو وہی اس کا خمیازہ بھگتے گا، پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت اور رزق دیا ہم نے ان کو

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ

پاکیزہ چیزوں سے اور فضیلت دی ہم نے ان کو اوپر جہانوں کے ○ اور دیں ہم نے ان کو واضح دلیلیں دین کی بابت،

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے مگر بعد اس کے کہ آ گیا ان کے پاس علم، محض ضد سے آپس کی، بلاشبہ آپ کا رب

يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٧﴾

فیصلہ کرے گا ان کے درمیان دن قیامت کے ان چیزوں میں کہ تھے وہ ان میں اختلاف کرتے ○

ہم نے بنی اسرائیل کوایسی ایسی نعمتیں عطا کیں جو دوسروں کو حاصل نہ تھیں۔ہم نے انہیں ﴿الْكِتٰبَ﴾ یعنی تورات وانجیل سے سرفراز کیا اور ﴿الْحُكْمَ﴾ ہم نے انہیں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت اور ﴿النُّبُوَّةَ﴾ ''نبوت۔'' عطا کی۔نبوت کی وجہ سے وہ دنیا میں ممتاز ہوئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ بنی اسرائیل کے گھرانے میں نبوت رہی۔

﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ اور ہم نے انہیں ماکولات، مشروبات اور ملبوسات میں سے پاکیزہ چیزوں سے نوازا اور ان پر من وسلوٰی نازل کیا۔﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ اور ان نعمتوں کے ذریعے سے ہم نے انہیں تمام خلائق پر فضیلت دی۔اس عموم لفظی سے امت محمدیہ خارج ہے کیونکہ امت محمدیہ بہترین امت ہے جو لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔آیت کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس سے امت مسلمہ کے سوا دیگر امتوں پر فضیلت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل پر احسان کیا اور انہیں دیگر قوموں سے ممیز کیا۔

نیز وہ فضائل جن کی بنا پر بنی اسرائیل کو فوقیت حاصل تھی ، مثلاً: کتاب کا عطا کیا جانا، حکومت اور نبوت وغیرہ جیسے دیگر اوصاف تو وہ اس امت کو بھی حاصل ہیں اس کے علاوہ اس امت کے بہت سے فضائل ان پر مستزاد ہیں۔پھر بنی اسرائیل کی شریعت امت محمدیہ کی شریعت کا ایک جز ہے، یہ کتاب عظیم گزشتہ تمام کتابوں پر نگہبان ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ گزشتہ تمام رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو عطا کیے ﴿بَيِّنٰتٍ﴾ ''دلائل۔'' جو حق کو باطل سے واضح کرتے ہیں ﴿مِّنَ الْاَمْرِ﴾ یعنی امر قدری سے جو اللہ تعالیٰ نے ان تک پہنچایا ہے۔یہ آیات وہ معجزات ہیں جن کا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے مشاہدہ کیا، یہ ان سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ بہترین طریقے سے ان کو قائم رکھیں، حق پر مجتمع رہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے واضح کیا ہے مگر انہوں نے اس کے برعکس حق کے ساتھ اس سے متضاد معاملہ کیا جو ان پر واجب تھا۔پس جس معاملے میں ان کو مجتمع رہنے کا حکم دیا گیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا۔اس لئے فرمایا: ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ﴾ ''پس انہوں نے جو اختلاف کیا تو علم آ جانے کے بعد (آپس کی ضد سے) کیا۔'' یعنی وہ علم جو عدم اختلاف کا موجب تھا صرف ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی نے انہیں اس اختلاف پر آمادہ کیا۔﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے دن آپ کا رب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔'' پس وہ حق شعاروں کو ان لوگوں سے علیحدہ کر دے گا جنہوں نے باطل کو اختیار کیا اور جن کو خواہشِ نفس نے اختلاف پر آمادہ کیا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ

پھر کر دیا ہم نے آپکو اوپر ایک طریقے کے دین کے پس آپ پیروی کریں اسکی اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی جو

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

نہیں علم رکھتے ○ بلاشبہ وہ ہرگز نہیں کام آئیں گے آپ کے اللہ سے کچھ بھی اور بے شک ظالم لوگ

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾

بعض ان کے دوست ہیں بعض کے اور اللہ دوست ہے متقیوں کا ○

یعنی ہم نے آپ کے لئے ایک شریعت کاملہ کو مشروع کیا جو ہمارے حکم شرعی سے، ہر بھلائی کی طرف بلاتی ہے اور ہر برائی سے روکتی ہے۔ ﴿فَاتَّبِعْهَا﴾ ''پس اس کی اتباع کرو۔'' کیونکہ اس کی اتباع میں ابدی سعادت، صلاح اور فلاح ہے۔ ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے۔'' یعنی وہ لوگ جن کی خواہشات علم کے تابع ہیں نہ علم کی پیروی کرتی ہیں۔ ہر وہ شخص جس کی خواہش اور ارادہ شریعتِ رسول کے خلاف ہے تو اس کی خواہشات ان لوگوں کی خواہشات کے زمرے میں آتی ہیں جو علم سے بے بہرہ ہیں۔

﴿اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ یعنی اگر تو ان کی خواہشاتِ نفس کی پیروی کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھے کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے کہ تجھے کوئی بھلائی حاصل ہو یا تجھ سے کوئی برائی دور ہو۔ تیرے لئے درست نہیں کہ تو ان کی موافقت کرے اور ان سے موالات رکھے کیونکہ آپ اور وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔'' اللہ تعالیٰ متقین کو ان کے تقویٰ اور نیک عمل کے سبب سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

یہ (قرآن اس میں) بصیرت افروز دلائل ہیں لوگوں کیلئے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے، جو یقین رکھتے ہیں ○

﴿هٰذَا﴾ یعنی یہ قرآن کریم اور ذکر حکیم ﴿بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ﴾ ''بصیرتیں ہیں لوگوں کے لیے۔'' یعنی اس کے ذریعے سے لوگوں کو تمام امور میں بصیرت حاصل ہوتی ہے اور اہل ایمان اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے ﴿لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ''یقین رکھنے والوں کے لیے۔'' پس وہ اس کے ذریعے سے دین کے اصول و فروع میں صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی حاصل کرتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں بھلائی، مسرت اور سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور یہ رحمت ہے، پس اس سے ان کے نفس پاک ہوتے ہیں، اس سے ان کی

عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ان کا ایمان و یقین بڑھتا ہے اور اس پر حجت قائم ہوتی ہے، جو گمراہی پر اصرار کرتا اور عناد سے کام لیتا ہے۔

اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

کیا گمان کر لیا ہے ان لوگوں نے جنہوں نے ارتکاب کیا برائیوں کا، یہ کہ کر دیں گے ہم ان کو مانند ان لوگوں کے جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ۝۲۱ ع ۱۸

اور عمل کیے انہوں نے نیک برابر ہے جینا ان کا اور مرنا ان کا، برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ○

کیا کثرت سے گناہوں کا ارتکاب کرنے والے گناہ گار لوگ اور اپنے رب کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے سمجھتے ہیں ﴿اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''کہ ہم ان کو ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔'' یعنی انہوں نے اپنے رب کے حقوق قائم کیے، اسے ناراض کرنے سے اجتناب کیا اور ہمیشہ اس کی رضا کو اپنی خواہشات نفس پر ترجیح دیتے ہیں، یعنی کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ﴿سَوَآءً﴾ وہ دنیا و آخرت میں مساوی ہوں گے؟ ان کا اندازہ اور ان کا یہ گمان بہت برا ہے۔ اور بہت برا ہے وہ فیصلہ جو انہوں نے کیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو احکم الحاکمین، سب سے بڑھ کر عادل ہستی کی حکمت کے خلاف، عقل سلیم اور فطرت مستقیم کے متناقض اور ان اصولوں کے متضاد ہے جنہیں لے کر کتابیں نازل ہوئیں اور جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین نے آگاہ کیا۔

فی الواقع قطعی فیصلہ یہ ہے کہ اہل ایمان جو نیک عمل کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کی نیکی کے مطابق نصرت، فلاح، سعادت اور دنیا و آخرت کا ثواب ہے اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی، رسوائی، عذاب اور بدبختی ہے۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا

اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو ساتھ اس کے جو

كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۝۲۲

اس نے کمایا اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ تخلیق فرمایا تاکہ اسی اکیلے کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا محاسبہ کرے گا جن کو اس نے اپنی عبادت کا حکم دیا اور انہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں یا کفر کا رویہ اختیار کر کے کفار کی سزا کے مستحق بنتے ہیں؟

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى

کیا پس دیکھا آپ نے اس کو جس نے بنا لیا اپنا معبود اپنی خواہش کو اور گمراہ کر دیا اس کو اللہ نے علم پر اور مہر لگا دی اس کے

سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ

کان اور اس کے دل پر اور کر دیا اس کی آنکھ پر پردہ؟ پس کون ہے جو ہدایت دے اسے بعد اللہ کے؟

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا

کیا پس نہیں تم نصیحت پکڑتے؟ ○ اور کہا انہوں نے: نہیں ہے یہ (زندگی) سوائے ہماری زندگانی دنیا کے ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں اور نہیں

یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

ہلاک کرتا ہمیں مگر زمانہ ہی، اور نہیں ہے ان کے لیے اس کا کوئی علم، نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے ○

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں اس حال میں کہ وہ واضح ہیں تو نہیں ہوتی دلیل انکی مگر یہی کہ انہوں نے کہا: لے آؤ

بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ

ہمارے باپ دادوں کو اگر ہو تم سچے ○ کہہ دیجئے! اللہ ہی زندہ کرتا ہے تم کو پھر مارتا ہے تم کو پھر

یَجْمَعُكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

وہی جمع کرے گا تمہیں روز قیامت میں، کہ نہیں ہے کوئی شک اس میں، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَفَرَءَیْتَ ﴾ کیا آپ نے اس گمراہ شخص کو دیکھا؟ ﴿ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ ''جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا لیا۔'' جس راستے پر چاہا چلتا رہا، خواہ اس راستے پر چلنے کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے یا اس کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ ﴿ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے اسے گمراہی میں پھینک دیا کہ وہ ہدایت کے لائق نہیں اور نہ ہدایت کے ذریعے سے وہ پاک ہی ہو سکتا ہے ﴿ وَ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ ﴾ ''اور اس کے کانوں پر مہر لگا دی۔'' اس لئے وہ کوئی ایسی چیز نہیں سن سکتا جو اس کے لئے فائدہ مند ہو ﴿ وَ قَلْبِهٖ ﴾ ''اور اس کے دل پر۔'' پس وہ بھلائی کو یاد نہیں رکھ سکتا ﴿ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ﴾ ''اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔'' جو اسے حق دیکھنے سے روکتا ہے ﴿ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ﴾ ''پس کون ہے جو اس کو اللہ کے بعد ہدایت دے؟'' اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ہدایت کے دروازے بند کر دیئے اور گمراہی کے دروازے کھول دیئے، کوئی شخص اس کو ہدایت سے بہرہ مند نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر ظلم نہیں کیا بلکہ اس نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا، اس نے ایسے اسباب اختیار کئے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مانع تھے۔ ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''کیا تم (اس چیز سے) نصیحت نہیں پکڑتے۔'' جو تمہیں فائدہ دے اور تم اسے اختیار کرتے اور جو چیز تمہیں نقصان دے تم اس سے اجتناب کرتے۔

﴿وَ قَالُوْا﴾ یعنی منکرین آخرت کہتے ہیں: ﴿مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ یہ تو سب صرف عادات ہیں اور گردش لیل ونہار کے ساتھ جاری ہیں کچھ لوگ مرجاتے ہیں اور کچھ لوگ جنم لیتے ہیں جو کوئی مرجاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر نہیں جاتا اور نہ اس کو اس کے عمل کی جزا و سزا ہی دی جائے گی۔ ان کا یہ قول بغیر کسی علم کے صادر ہوا ہے۔ ﴿اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ پس انہوں نے معاد کا انکار کیا اور کسی دلیل و برہان کے بغیر سچے رسولوں کی تکذیب کی۔ یہ محض وہم و گمان اور ایسے استبعادات ہیں جو حقیقت سے خالی ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو اس کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ وہ کہہ دیتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے آباؤ اجداد کو اٹھا لاؤ۔“ یہ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کیا اور اس زعم باطل میں مبتلا ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی صداقت اس بات پر موقوف ہے کہ ان کے آباء و اجداد کو زندہ کر کے ان کے سامنے لایا جائے۔ انبیاء و رسل ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں وہ ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ رسول ان کا وہ مطالبہ پورا نہیں کرتے جو انہوں نے پیش کیا ہے۔

وہ اپنے قول میں سخت جھوٹے ہیں ان کا مقصد بیانِ حق نہیں بلکہ صرف رسولوں کی دعوت کو ٹھکرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ”کہہ دیجیے: اللہ ہی تم کو زندہ کرتا، پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اگر یوم آخرت کا علم ان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچا ہوتا تو وہ ضرور اس کے لئے تیاری کرتے اور نیک عمل کرتے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ
اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جس دن قائم ہو گی قیامت‘ اس دن خسارے میں رہیں گے
الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ
باطل پرست ○ اور دیکھیں گے آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل (گری ہوئی) ہر اُمت بلائی جائے گی اپنے نامۂ اعمال کی طرف‘
اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ
آج تم بدلہ دیے جاؤ گے (اس کا) جو تھے تم عمل کرتے ○ یہ ہماری کتاب ہے‘ یہ بولتی ہے تمہاری بابت
بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
سچ سچ‘ بلاشبہ ہم لکھواتے تھے جو تھے تم عمل کرتے ○ پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾

اور عمل کیے انہوں نے نیک، پس داخل کرے گا ان کو رب ان کا اپنی رحمت میں؛ یہی ہے کامیابی واضح ○

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ

اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائیگا:) کیا پس نہیں تھیں آیتیں میری تلاوت کی جاتیں تم پر؟ پس تم نے تکبر کیا اور تھے تم

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾ وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ

لوگ مجرم ○ اور جب کہا گیا (تم سے) کہ بلاشبہ وعدہ اللہ کا حق ہے اور قیامت نہیں ہے کوئی شک اس (کے آنے) میں، تو تم نے کہا:

مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾

نہیں جانتے ہم کیا ہے قیامت؟ نہیں خیال کرتے ہم مگر ایک گمان ہی اور نہیں ہم (اس کا) یقین کرنے والے ○

وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾

اور ظاہر ہو جائیں گی ان کے سامنے برائیاں ان چیزوں کی جو انہوں نے کیں اور گھیر لے گا ان کو وہ (عذاب) کہ تھے وہ ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے ○

وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا

اور کہا جائیگا: آج ہم بھول جائینگے تمہیں جیسے بھول گئے تھے تم ملاقات کو اپنے اس دن کی اور ٹھکانا تمہارا آگ ہے اور نہیں ہے

لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٤﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ

تمہارے لیے کوئی مددگار ○ یہ بہ سبب اس کے کہ بے شک تم نے بنایا اللہ کی آیتوں کو ہنسی مذاق، اور دھوکے میں ڈال دیا تم کو

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلِلّٰهِ

زندگانی دنیا نے، پس آج نہ نکالے جائینگے وہ اس (آگ) سے اور نہ ان سے توبہ ہی کا مطالبہ کیا جائیگا ○ پس اللہ ہی کیلئے ہیں

الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ

سب تعریفیں، جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا، رب ہے سارے جہانوں کا ○ اور اسی کے لیے بڑائی ہے

ع ٤ ١٦ ٤٠ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾

آسمانوں اور زمین میں اور وہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی بادشاہی کی وسعت اور تمام اوقات میں تصرف اور تدبیر میں اپنے اکیلے ہونے کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، نیز خبر دیتا ہے: ﴿ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ﴾ ''جس روز قیامت برپا ہوگی۔'' اور تمام مخلوق قیامت کے میدان میں جمع ہوگی تو باطل پرستوں کو جنہوں نے حق کو نیچا دکھانے کے لئے باطل کو اختیار کیا، خسارہ حاصل ہوگا ان کے اعمال ضائع ہوں گے کیونکہ وہ باطل سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن جب تمام حقائق عیاں ہوں گے تو اس دن ان کے اعمال باطل اور مضمحل ہو جائیں گے، ان کا اجر و ثواب ختم ہو جائے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کے دن کی شدت اور اس کی ہولنا کی کا ذکر فرمایا تا کہ لوگوں کو اس سے ڈرائے اور لوگ اس کے لئے تیاری کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَتَرٰی﴾ اے اس دن کو دیکھنے والے! تو دیکھے گا کہ ﴿كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ ہر امت خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل گری ہوئی مالک رحمان کے فیصلے کی منتظر ہے۔ ﴿كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا﴾ ''ہر گروہ کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا۔'' یعنی ہر امت کو اس کے نبی کی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جسے لے کر وہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوا تھا کہ آیا انہوں نے اس شریعت کو قائم کیا تھا کہ ان کو ثواب اور نجات حاصل ہو یا انہوں نے اسے ضائع کر دیا، تب ان کو خسارہ حاصل ہو؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شریعت محمدی کی طرف بلایا جائے گا۔ اسی طرح دیگر تمام امتوں کو ان کی اپنی اپنی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جس کے وہ مکلف تھے۔ آیت کریمہ سے ایک تو اسی معنی کا احتمال ہے اور یہ معنی فی نفسہ صحیح ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک اور معنی کا احتمال بھی ہے کہ اللہ کے ارشاد: ﴿كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا﴾ سے مراد یہ ہو کہ ہر امت کو اس کے نامۂ اعمال اور خیر وشر کی طرف جو ان کے نامۂ اعمال میں درج کیا گیا تھا، بلایا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا وسزا دی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ (الجاثیۃ: ۴۵/۱۵) ''جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے ہی لئے کرے گا اور جو کوئی برائی کا ارتکاب کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا۔'' یہ احتمال بھی موجود ہے کہ آیت کریمہ سے دونوں معنی مراد ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلیل ہے: ﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''یہ ہماری تحریر ہے جو تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک گواہی دے رہی ہے۔'' یعنی ہماری یہ کتاب جو آپ پر نازل کی ہے وہ تمہارے درمیان حق اور انصاف سے فیصلہ کرتی ہے۔ ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''بے شک جو کچھ تم کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔'' اس سے مراد نامۂ اعمال ہے۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ وہ دونوں گروہوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا لہٰذا فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ جو لوگ صحیح طور پر ایمان لائے اور اعمال صالح، یعنی واجبات اور مستحبات پر عمل کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی ﴿فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''پس ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا'' جس کا مقام جنت ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور تکدر سے پاک زندگی ہے۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾ یہی واضح کامیابی، نجات، نفع اور فلاح ہے جو بندے کو جب حاصل ہو تو اسے ہر بھلائی حاصل ہو جاتی ہے اور اس سے ہر برائی دور ہو جاتی ہے۔

﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تو انہیں زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا: ﴿ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ ﴾ ''کیا تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟'' ان آیات نے ان امور کی طرف راہنمائی کی جن میں تمہاری بھلائی تھی اور ان امور سے روکا جن میں تمہارے لئے ضرر تھا، یہ سب سے بڑی نعمت تھی جو تم تک پہنچی اگر تم نے ان کی موافقت کی ہوتی لیکن تم نے تکبر کے ساتھ ان سے روگردانی کی اور ان کا انکار کیا، پس اس طرح تم نے سب سے بڑے جرم کا ارتکاب کیا، لہٰذا آج تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی۔

نیز انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ بھی کہا جائے گا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ ﴾ ''اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے۔'' اس کا انکار کرتے ہوئے ﴿ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴾ ''ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کی گھڑی کیا ہوتی ہے، بس ہمیں تو صرف ایک گمان سا ہے اور ہمیں اس پر یقین نہیں ہے۔'' یہ تو تھا ان کا دنیا میں حال اور قیامت کے احوال کے وہ منکر تھے اور جو حیات بعد الموت کی خبر لایا انہوں نے اس کے قول کو ٹھکرا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا ﴾ یعنی قیامت کے دن ان کے سامنے ان کے اعمال کی سزا ظاہر ہوگی۔ ﴿ وَ حَاقَ بِهِمْ ﴾ اور نازل ہوگا ان پر ﴿ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ''جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔'' یعنی ان پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کے واقع ہونے اور اس کے وقوع کی خبر دینے والے کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔ ﴿ وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ ﴾ ''اور کہا جائے گا آج ہم تمہیں بھلا دیں گے۔'' یعنی ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ ﴿ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ ﴾ ''جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔'' کیونکہ جزا عمل کی جنس میں سے ہوتی ہے۔ ﴿ وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ﴾ یعنی جہنم تمہارا ٹھکانا اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ﴿ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ ''اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے اور تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹا سکے۔

﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یہ عذاب جس میں تم مبتلا ہو اس سبب سے ہے کہ ﴿ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ﴾ ''تم نے آیات الٰہی کا تمسخر اڑایا۔'' حالانکہ یہ جدوجہد کی موجب تھیں، نیز اس امر کی موجب تھیں کہ ان کو مسرت، خوش دلی اور فرحت سے قبول کیا جاتا۔ ﴿ وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ اور دنیا نے اپنی چکا چوند اور اپنی لذات و شہوات کے ذریعے سے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا، پس تم اس سے مطمئن ہو گئے، اس کے لئے عمل کرتے رہے اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر کے لئے عمل کو چھوڑ بیٹھے۔ ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴾ ''پس آج وہ اس (دوزخ) سے نکالے جائیں گے نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔'' یعنی انہیں مہلت دی جائے گی نہ انہیں دنیا کی طرف لوٹایا جائے گا کہ وہ نیک عمل کر لیں۔

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾ ''پس اللہ ہی کے لیے ہر قسم کی حمد ہے۔'' جیسی کہ اس کے جلال اور اس کی عظمت سلطان کے لائق ہے۔ ﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا اور سارے جہانوں کا رب ہے۔'' یعنی تمام مخلوقات کی ربوبیت کے بارے میں وہ لائق حمد وثنا ہے کہ اس نے ان کو تخلیق کیا ان کی تربیت کی اور انہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ ﴿وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے۔'' یعنی وہی جلال، عظمت اور مجد کا مالک ہے۔

پس حمد میں صفاتِ کمال کے ذریعے سے اللہ کی ثنا، اس کی محبت اور اس کا اکرام ہے اور کبریائی میں اس کی عظمت اور اس کا جلال ہے۔ عبادت دو ارکان پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے سامنے اظہار تذلل اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کے جلال اور اس کی کبریائی کے علم سے پیدا ہوتی ہیں۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ اور وہ ہر چیز پر غالب ہے ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''حکمت والا ہے۔'' جس نے تمام اشیاء کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے۔ اس نے جو چیز بھی مشروع کی وہ حکمت کے تحت مشروع کی ہے اور جو چیز بھی پیدا کی وہ فائدے اور منفعت کے لئے پیدا کی ہے۔